ماہنامہ خالد ربوہ

اپریل ۱۹۸۶ء

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا پیغام

اجتماع خدام الاحمدیہ ساؤتھ ریجن (یو۔کے۔) کے نام

ہر بچہ اور ہر جوان اور ہر بوڑھا پکا نمازی بن جائے

اور خدا تعالیٰ کی محبت اس کے رگ و ریشہ میں گھر کرلے

یہ وہ بنیادی کام ہے جس پر جماعت کے ایمان اور تقویٰ کی بنیاد ہے

"آپ کو اس اجتماع کی بہت بہت مبارک ہو اور تمام حاضرین کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ اِس اجتماع کو ہر لحاظ سے کامیاب کرے اور دینی و دنیاوی برکتوں سے نوازے اور آپ کی مجلس کو ایک مثالی مجلس بنادے۔

نئی نسل کو خصوصاً اور بڑوں کو عموماً قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی طرف توجہ دیں۔ نماز، اس کا تلفظ اور ترجمہ ہر ایک کے ذہن میں پختہ طور پر راسخ ہو اور نماز سے شدید محبت ہر ایک کے دل میں گھر کرلے۔ یہ وہ بنیادی کام ہے جو نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے اِس لئے گھروں کی سہولت کے اعتبار سے چھوٹے چھوٹے مرکز درس کے لئے قائم کئے جائیں اور سو فیصدی بچوں کو اسی طرح بڑوں کو بھی نماز صحیح تلفظ اور ترجمے کے ساتھ یاد کرائی جائے اور قرآن کریم پڑھایا جائے۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں حفظ کرائی جائیں اور پھر قرآن کریم باترجمہ پڑھنے کا عزم پیدا کیا جائے۔

یہ وہ بنیادی کام ہے جو ابتدائی لحاظ سے انتہائی ضروری ہے۔ جس پر جماعت کے ایمان اور تقویٰ کی بنیاد ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق بخشے اور اِس اجتماع کی برکتوں کو اتنا پھیلا دے کہ ہر بچہ اور ہر جوان اور ہر بوڑھا پکا نمازی بن جائے اور خدا تعالیٰ کی محبت اس کے رگ و ریشہ میں گھر کرلے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان
شہادت ۱۳۶۵ ہش ؛ اپریل ۱۹۸۶ء

جلد ۳۳ ؛ شمارہ ۶

اس شمارہ میں

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

نائبین
منیر احمد منور
محمد عثمان شاہد ؛ عبدالقدیر قمر

قیمت سالانہ ۲۵ روپے
" ماہانہ ۲ روپے ۵۰ پیسے
ممالک بیرون ۱۵۰ روپے

پبلشر:- مبارک احمد خالد —— پرنٹر:- سید عبدالحی —— مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ
رجسٹرڈ نمبر: ایل ۵۸۳۰ —— کتابت:- شیخ عبدالماجد۔ ربوہ

اداریہ

اُحد کا میدان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو خدا تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ مگر دوبارہ خالد اور عکرمہ کے اچانک حملہ کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت سراسیمگی پھیلی ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو سخت خطرہ ہے صحابہ رضؓ آپ کی حفاظت کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے ہوئے ہیں۔ اور آپ کو بچانے کے لیے ایک کے بعد دوسرا کٹ کٹ کر گر رہا ہے۔ ان حالات میں جبکہ نیزے نیزوں کو اور تلواریں تلواروں کو کاٹ رہی تھیں اور کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ کا ایک جانثار دشمنوں کے نرغے میں بُری طرح پھنسا ہوا ہے۔

جب جنگ کے بادل چھٹ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان ۷۰ مسلمانوں کی نعشوں پر پڑی جو خاک وخون میں غلطیدان تھیں اور عرب کی وحشیانہ رسم مثلہ کا مہیب نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ تو آپ کو وہ پروانہ یاد آگیا جو محض آپ کی حفاظت کی خاطر دشمنوں کے نیزوں میں گھر گیا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا۔ کوئی جا کر دیکھے کہ سعد بن ربیع انصاری کا کیا حال ہے آیا وہ زندہ ہے یا شہید ہو گیا ہے۔ کیونکہ میں نے انہیں دشمنوں کے نیزوں میں بُری طرح گھرے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ کے اس فرمان پر حضرت ابی بن کعبؓ اُٹھے اور میدان میں اِدھر اُدھر حضرت سعدؓ کو تلاش کرنا شروع کر دیا، مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر اونچی اونچی آوازیں دیں۔ نام لے کر پکارا مگر کوئی سراغ نہ ملا۔ حضرت سعدؓ بن ربیع اس وقت جاں بلب تھے اور ضعف کا یہ عالم تھا کہ یہ سننے کے باوجود کہ مجھے بلایا جا رہا ہے جواب دینے کی طاقت نہیں تھی۔

آخر کار حضرت ابیؓ بن کعب نے پکارا کر اے سعد بن ربیع! مجھے خدا کے رسول نے تجھے ڈھونڈنے کے لیے بھیجا ہے۔ اس فقرے کا ان کے مُنہ سے نکلنا تھا کہ نعشوں کے ایک ڈھیر میں ایک بدن نے شدید جھرجھری لی۔ گویا اس کی مختصر کائنات پر ایک زلزلہ سا آگیا ہے۔ یہ سعد بن ربیع تھے جو اپنے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُن کر برداشت نہ کر سکے کہ لبیک کہے بغیر دم توڑ دیں۔ چنانچہ راوی کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوت کا آخری قطرہ تک سمیٹ کر بمشکل مجھے جواب دیا کہ بھائی ادھر آؤ میں یہاں ہوں۔ حضرت ابیؓ بن کعب ان کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے بھیجا

ہے کہ میں تمہاری حالت سے حضورؐ کو اطلاع دوں ۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ سے میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ خدا کے رسولوں کو ان کے متبعین کی قربانی اور اخلاص کی وجہ سے جو ثواب ملا کرتا ہے خدا آپ کو وہ ثواب سارے نبیوں سے بڑھ چڑھ کر عطا فرمائے اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے ۔

اور میرے بھائی مسلمانوں کو بھی میرا اسلام پہنچانا اور میری قوم سے کہنا کہ تمہارے جیتے جی اگر دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو تم خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔

یہ کہہ کر حضرت سعدؓ نے جان دے دی ۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نوٹ بک کا پہلا صفحہ

قدرتِ ثانیہ کے پہلے مظہر حضرت مولانا نورالدین صاحب نے ایک مجلس میں بیان فرمایا کہ ایک دن میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نوٹ بک دیکھوں کہ اس میں کس قسم کی باتیں نوٹ کی گئی ہیں ۔چنانچہ میں نے باوجود حضور اقدس کے احترام کے حضور سے اس بات کی درخواست کر دی کہ میں حضور کی نوٹ بک دیکھنا چاہتا ہوں حضور نے بلا تامل اپنی نوٹ بک بھجوا دی جب میں نے اسے ملاحظہ کیا تو اس کے پہلے ہی صفحہ پر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کی دُعا لکھ کر اس کے نیچے حضور نے یہ نوٹ دیا ہوا تھا کہ " اے میرے خدا تو مجھ پر راضی ہو جا اور راضی ہونے کے بعد پھر کبھی بھی مجھ پر ناراض نہ ہونا"۔

میں نے جب یہ نوٹ پڑھا تو مجھے بہت ہی فائدہ ہوا اور میں دُعائے فاتحہ کے پڑھتے وقت ہمیشہ ہی اس نکتہ کو ملحوظ رکھتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور راضی ہو کر پھر کبھی بھی ناراض نہ ہو۔

جواہر پارے

خاکساری سے سربلندی تک

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"جب تک انسان آزمایا نہ جاوے۔ فتن میں نہ ڈالا جاوے وہ کب ولی بن سکتا ہے ایک مجلس میں بایزیدؒ وعظ فرما رہے تھے۔ وہاں ایک مشائخ زادہ بھی تھا جو ایک لمبا سلسلہ رکھتا تھا اسکو آپ سے اندرونی بغض تھا۔۔۔ اس شیخ زادے کو خیال آیا کہ یہ ایک معمولی خاندان کا آدمی ہے۔ کہاں سے ایسا صاحب خوارق آگیا کہ لوگ اسکی طرف جھکتے ہیں اور ہماری طرف نہیں آتے۔ یہ باتیں خدا تعالیٰ نے بایزیدؒ پر ظاہر کیں۔ تو انہوں نے ایک قصہ کے رنگ میں یہ بیان شروع کیا کہ ایک جگہ مجلس میں رات کے وقت ایک لیمپ میں پانی سے ملا ہوا تیل جل رہا تھا۔ تیل اور پانی میں بحث ہوئی۔ پانی نے تیل کو کہا کہ تو کثیف اور گندہ ہے اور باوجود کثافت کے میرے اوپر آتا ہے۔ میں ایک مصفّا چیز ہوں اور طہارت کے لیے استعمال کیا جاتا ہوں لیکن نیچے ہوں اس کا باعث کیا ہے؟

تیل نے کہا کہ جسقدر صعوبتیں میں نے کھینچی ہیں تو نے وہ کہاں جھیلی ہیں جس کے باعث یہ بلندی مجھے نصیب ہوئی۔ ایک زمانہ تھا جب میں بویا گیا۔ زمین میں مخفی رہا۔ خاکسار ہوا۔ پھر خدا کے ارادہ سے بڑھا بڑھنے نہ پایا کہ کاٹا گیا۔ پھر طرح طرح کی مشقتوں کے بعد صاف کیا گیا۔ کولہو میں پیسا گیا پھر تیل بنا اور آگ لگائی گئی۔ کیا ان مصائب کے بعد بھی میں بلندی حاصل نہ کرتا؟"

(ملفوظات جلد اوّل صـ۲۵، صـ۲۶)

اے چشمۂ فیوض نئی اِک بہار دے

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے کلام سے انتخاب

(محمد احمد نعیم)

اے عزیز دہلوی سن رکھ یہ گوشِ ہوش سے
اس چمن پر جبکہ تھا دورِ خزاں وہ دن گئے
پیشگوئی ہوگئی پوری مسیحِ وقت کی
اب اس کے پورا ہوتے ہی آجائے گی بہار
وہ گل رعنا ہی جب مُرجھا گیا
ہے بہارِ باغ و گل مثلِ خزاں افسردہ کُن
ہر حسین کو حسن بخشا ہے اسی دلدار نے
کاٹے گئے جب تمام پودے
سونگھی نہ بوئے خوش نہ ہوئی دید گل نصیب
آہ پھر موسم بہار آیا
خوں رُلاتا تھا لالہ زار کا رنگ
پھر مری خوش قسمتی سے جمع ہیں ابرو بہار
اب تو ہم ہیں خزاں ہے نالے ہیں
افسردگی سے دل مرا مرجھا رہا ہے آج
جو تیرے عشق میں دل کو لگے ہیں زخم اے جاں
خدا کی بات کوئی بے سبب نہیں ہوتی
نہ دل کو چین نہ سر پر ہے سایۂ رحمت
دشمن ہے خوش کہ نعمتِ دُنیا ملی اسے
لب پہ ان کے قہقہے ہیں انکی آنکھوں میں بہار

پھر بہار آئی تو آئے زلزلہ آنے کے دن
اب تو ہیں اس باغ پر بارو بہار آنے کے دن
پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن
وعدہ دیا ہے حق نے تمہیں جس نشان کا
پھر بہارِ جانفزا دکھلائے کون
ہے جہاں میری نظر میں مثلِ شب تاریک و تار
ہر گل و گلزار نے پائی اسی سے ہے بہار
گلشن میں مرے بہار کیوں ہو
افسوس دن بہار کے یونہی گذر گئے
دل میں پھر میرے خیال یار آیا
مجلسِ یار کی بہار کا رنگ
جام اک بھر کر پلادے ہاں پلادے آج تو
بلبلو! موسمِ بہار گیا
اے چشمۂ فیوض نئی اک بہار دے
ادھر تو دیکھ وہ کیسی بہار دیتے ہیں
نہیں ہے ساقی تو ابرو بہار کیسے ہیں
ستم ظریف یہ باغ و بہار کیسے ہیں
لوٹیں گے اس کی گود میں جاکر بہار ہم
روح انسانی ہے پرخاموش بیٹھی سوگوار

ہر چیز اس جہاں کی ڈھلتا ہوا ہے سایہ
روز شباب کب تک لطف بہار کب تک

جو عزمِ آہنی اور جذبۂ فولاد رکھتا ہے

حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے خطبات

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۸ فروری ۱۹۸۶ء

حضور نے فرمایا کہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ تقویٰ کے موضوع پر ایک نظم لکھتے ہوئے جب اس مصرع پر پہنچے کہ "ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے"۔ تو معاً الہام ہوا

ع اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

فرمایا کہ مومن کی ساری روحانی زندگی تقویٰ کی جڑ کے گہرا ہونے میں ہے۔ اس مضمون کا زندگی کے ہر شعبے سے تعلق ہے۔

حضور نے فرمایا کہ لین دین کے معاملات میں جھگڑے کی اصل وجہ تقویٰ کی جڑ میں کمزوری ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی بیماری خدا تعالیٰ سے اپنے مالی معاملات کو صاف نہ رکھنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جو شخص خدا سے معاملہ صاف نہیں رکھتا وہ بندوں سے بھی معاملات صاف نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ میں نے سپین میں اعلان کیا تھا کہ جو لوگ باشرح چندہ ادا نہیں کر سکتے۔ وہ مجھے لکھ کر اپنی مجبوری بتا دیں۔ میں اس کی شرح کم کر سکتا ہوں، لیکن وصیت کی شرح خدا تعالیٰ کی راہنمائی میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے مقرر فرمائی ہے۔ اس لیے اس میں مجھے کوئی اختیار نہیں اس لیے اگر کوئی موصی باشرح چندہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو اس کے لیے آسان بات یہ ہے کہ وصیت منسوخ کروالے لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آمد کچھ اور ہو اور وصیت رکھتے ہوئے اس سے کم آمد ظاہر کر کے چندہ دے۔ فرمایا ایسے چندے جن کی جڑ میں بد دیانتی داخل ہو چکی ہو۔ بندے اور خدا کے معاملے کے اندر بگاڑ آگیا ہو، وہ باقی سارے مال کی نیکی کو ضائع کر دیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بعض موصی یہ کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ خدا کو حق دیں جہاں شک کا معاملہ دیکھتے ہیں۔ وہاں خدا کے خانے میں زیادہ ڈالتے ہیں اور اپنے خانے میں کم۔ یہی تقویٰ کی پہچان میں سے ایک پہچان ہے اس کے برعکس کچھ لوگ شک کے پہلو میں اپنے حق میں زیادہ ڈالتے ہیں۔ حضور نے مزید فرمایا کہ جہاں ایسی صورت ہو کہ کسی ایک قانون کے ذریعے قطعی طور پر معاملہ واضح کرنا ممکن نہ ہو، وہاں تقویٰ آکر اپنے مناظر دکھاتا ہے۔

حضور نے اس ضمن میں مختلف پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اتنی نیکی کریں جتنی توفیق ہے۔ فرمایا کہ وہ نیکی جو طاقت سے بڑھ کر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس میں بعض اور بیماریاں داخل ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ جن کے معاملات خدا کے ساتھ درست نہیں۔ انہیں جماعتی نظام کیسے درست کر سکتا ہے۔ جماعت کو چاہیئے کہ اپنے معاملات خدا سے درست کرے کہ تمہارے معاملات خود بخود درست ہونے شروع ہو جائیں گے۔ ہر موصی اور غیر موصی کو اپنے معاملات

میں صاف اور سیدھا چلنا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا کہ میں نے اجازت حاصل کرنے کی بات اس لیے کی تھی کہ جب کوئی شخص لکھتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ بیچارہ بالکل مجبور ہے۔ بعض دفعہ ایسے درد سے اس کے لیے بے اختیار دعا نکلتی ہے اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس طرح قبول فرماتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ہی اس شخص کی طرف سے خط آتا ہے کہ ہم نے اجازت تو لی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اتنا احسان فرما دیا ہے کہ اب میں باشرح دینے لگ گیا ہوں۔ اس کے بعد جو لوگ چھپاتے ہیں وہ جرم کر رہے ہیں۔ میری نظر میں نہیں آتے تو نہ آئیں مگر اللہ کی نظر سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ حضور نے احباب جماعت کو نصیحت فرمائی کہ تقویٰ کے درخت کی طرف دوڑو اور اس درخت کو حاصل کرو جس کی جڑیں گہری زمین میں پیوستہ ہیں اور شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور آسمان سے رزق حاصل کرتی ہیں۔ اس میں سے کچھ امتحاناً تم سے مانگا جاتا ہے۔ تمہارے پاس اپنا تو کچھ نہیں۔ اللہ ہے جو غنی ہے۔ تم تو فقیر ہو۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۷ ؍ مارچ ۱۹۸۶ء

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ الاعراف کی آیات ۱۲۹ - ۱۳۰ اور سورۃ الانفال کی آیات ۳۰ اور ۳۱ کی تلاوت فرمائی۔

حضور نے ساہیوال اور سکھر کے مقدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کے کناروں اور دور دراز علاقوں میں بسنے والے احمدیوں نے انتہائی دکھ اور درد کا اظہار کیا ہے۔ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت ایک تن بن چکی ہے دنیا میں کوئی اور ایسی جماعت نہیں جس کے ایک کروڑ باشندے خدا کی راہ میں دکھ اُٹھانے والے اپنے بھائیوں کے لیے اس قدر شدت سے بے چین ہوں۔

حضور نے بتایا کہ دوسرا پہلو جو اس سے بھی حسین تر ہے وہ یہ ہے کہ باہر بیٹھے ہوئے اس بات پر خوش نہیں ہیں کہ وہ آرام سے بیٹھے ہیں اور ان کے بھائی تکلیف میں ہیں بلکہ ان کی تمنا یہ ہے کہ کاش ان کی جگہ ہم وہاں ہوتے اور وہ ہماری جگہ آزاد پھر رہے ہوتے۔ کاش ہم خدا کی راہ میں چنے جاتے اور اس کی رضا کی خاطر دنیا میں تکلیفیں اُٹھاتے۔

حضور نے مزید فرمایا کہ تاریخ عالم میں اس طرح قوموں کو اتنے وسیع پیمانے پر روز روز نہیں آزمایا جاتا اور روز روز قوموں کو یہ توفیق نہیں ملا کرتی کہ خدا کے حضور دُکھ اُٹھانے کی آزمائش میں سے کامیابی سے گزر جائیں۔ بہت کم قومیں ایسی نظر آئیں گی جو اس شان کے ساتھ امتحان میں پوری اتری ہوں۔ جس طرح جماعتِ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے۔ بکثرت احمدی ایسے خط لکھ رہے ہیں کہ ان واقعات نے ہماری ہمتوں کو کمزور کرنے کی بجائے اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا ہے اگر پہلے لوہا تھے تو اب فولاد بن گئے ہیں۔ اگر پہلے سونا تھے تو اب کندن بن کر نکل رہے ہیں۔ آپ نے جس حالت میں ہمیں چھوڑا تھا جب واپس آئیں گے تو انشاء اللہ اس سے بہتر حالت میں پائیں گے۔

حضور نے فرمایا یہ وہ نظارے ہیں جو آسمان کی آنکھ کم دیکھا کرتی ہے۔ اس لیے بحیثیت جماعت آپ قابل رشک ہیں اور یہ دور جماعت کے لیے سعادتوں کا دور ہے

حضور نے فرمایا کہ آج حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے غلام در غلام کو ہر طرف سے یہی پیغام مل رہا ہے کہ ہماری فکر نہ کریں۔ ہم تو اس حسرت میں آنسو بہا رہے ہیں

کہ کاش ہمیں یہ سعادت ملتی۔

حضور نے جماعت احمدیہ پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ پاکستان کو ایسے مصائب کا سامنا ہے کہ اگر اپنے نفس کی طاقت کے ذریعہ ان کا مقابلہ کرنا ہوتا تو کبھی کی یہ جماعت ٹوٹ کر پارہ پارہ ہو چکی ہوتی، لیکن پاکستان میں جتنے بھی احمدی چھوٹے بڑے مرد اور عورتیں موجود ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں خدا کا فضل سرایت کر چکا ہے اور ایک نئی روحانی تخلیق ان احمدیوں کے اذہان پر جاری ہے تاریخ میں اتنے وسیع پیمانے پر اس طرح کی روحانی تخلیق نو بہت کم دکھائی دیتی ہے اس لیے اس سعادت کا خیال کر کے خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر سے غافل نہ رہیں اور اس سے دعائیں کرتے رہیں۔

حضور نے پاکستان کے لیے خاص دعاؤں کی تحریک فرمائی اور پاکستان سے باہر دیگر ممالک کے احمدیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگرچہ پاکستان ان کا وطن نہیں لیکن حب ایمان کا تقاضہ ہے کہ پاکستان کے لیے دعائیں کی جائیں کیونکہ ایک لمبا عرصہ پاکستان میں بسنے والے احمدیوں نے حقیقی نور کو دنیا میں پھیلایا ہے اور ساری دنیا کے باشندوں کو امام وقت سے روشناس کرایا ہے پاکستان ہی نے سب سے زیادہ واقفین اور قربانیاں کرنے والے پیدا کئے ہیں۔ پاکستان ہی سے وہ جیالے اٹھے تھے جنہوں نے دنیا کے کونے کونے میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور خدا کی توحید کا پیغام پہنچایا۔

حضور نے مزید فرمایا کہ مجھے اس ملک سے دوہری محبت ہے اس لیے بھی کہ یہ ہمارا وطن ہے اور اس لیے بھی کہ اس وطن میں شرافت آج بھی زندہ ہے کثرت سے غیر احمدی آج کے زمانہ میں احمدیت کی تائید کر رہے ہیں۔ عوام الناس میں دین سے محبت کی رمقیں باقی ہیں۔ ہر جگہ خیالات میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ اس لیے میں بار بار آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس ملک کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی اکثریت کو اپنی ناراضگی سے بچائے اور اسے حق کی طرف آنے کی توفیق عطا فرمائے جو آج حق سے دشمنی کر رہے ہیں۔ ان سے اور ان کی اولادوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو حق کی خاطر بڑی سے بڑی قربانیاں دینے کیلئے تیار ہوں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۴ / مارچ ۱۹۸۶ء

حضور نے فرمایا کہ جب سے ساہیوال اور سکھر کے مقدمات کا فیصلہ سنایا گیا ہے جماعت کی طرف سے جو خطوط مل رہے ہیں ان میں اکثر میں اس بارے میں بے چینی کا اظہار پایا جاتا ہے مگر اسیران کے قریبی عزیز ایمان اور تقویٰ کا عظیم الشان اظہار کر رہے ہیں ان کے صبر و ثبات، توکل اور اللہ کی رضا پر راضی رہنے کے نمونے "تاریخ احمدیت" میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ قربانی کے لیے چنا جانا بھی ایک انعام اور سعادت ہے جو کسی خاص نیکی کی بناء پر عطاء ہوتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقیوں میں کوئی نقص ہوتا ہے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ جب خدا کی نظر کسی کو چنتی ہے تو اس کی سعادت کھل کر سامنے آجاتی ہے اور چمک اٹھتی ہے اور انتظار میں بیٹھنے والے بھی خدا کی نظر محبت اور پیار کے نیچے ہوتے ہیں۔

حضور نے بعض راہ مولیٰ میں دکھ اٹھانے والوں اور ان کے اعزہ و اقرباء کے خطوط کے چند اقتباسات پڑھ کر سنائے اور ان کے بلند حوصلوں اور عزائم کا ذکر کیا۔

سکھر جیل میں ہمارے دو بھائی مکرم پروفیسر ناصر احمد صاحب

قریشی اور رفیع احمد صاحب قریشی قید ہیں ۔ حضور نے پروفیسر ناصر احمد صاحب قریشی کے خط کا ایک اقتباس پڑھ کر سنایا جس میں انہوں نے لکھا کہ حضور ہماری جانیں ، مال ، عزت اولاد ، آبرو سب خدا کے حضور حاضر ہیں ۔ صرف وہی راضی ہو جائے ۔ ظالم جتنا چاہے ظلم کر لے ۔ تختہ دار پر بے گناہ لٹکا دے ۔ ہماری مسکراہٹ اللہ کی رضا کی خاطر قائم رہیگی اور خدا اور قرآن کی جھوٹی قسمیں کھا کھا کر دروغ گوئی سے کام لینے والوں کو دُعائیں دیتے ہوئے رخصت ہونگے ۔

اسی طرح حضور نے اُن کے بیٹے کے ۵ مارچ کے تحریر کردہ خط سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا جس میں اس نے لکھا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمیں تکلیف دیکر ہمارا ایمان خرید لیں گے ۔ خدا کی قسم ! یہ لوگ اگر ہم سب کو پھانسی دے دیں تو بھی ہم لوگ اُف نہیں کریں گے ۔ حضور نے ساہیوال کیس میں راہِ مولیٰ کے ایک اور اسیر محمد الیاس منیر کی ہمشیرہ اور والد کے خطوط کے بھی بعض اقتباسات پڑھ کر سنائے ۔ مکرم محمد الیاس منیر صاحب کے والد مکرم محمد اسماعیل منیر صاحب نے تحریر کیا کہ ہمیں خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے ہمارے خاندان کو بھی ایک اہم قربانی پیش کرنے کے لیے چن لیا ہے اللہ تعالیٰ پوری بشاشت سے اسے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ انہوں نے اپنے خط میں ہر قسم کی قربانیوں کے لیے ہر دم تیار رہنے کے عزم کا اظہار کیا اور الیاس منیر صاحب کی اہلیہ اور بچوں کے صبر اور استقامت کا ذکر کیا ہے ۔ اسی طرح اسیرانِ راہِ مولیٰ ساہیوال کے بلند حوصلے اور بشاشت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ فیصلے کے بعد جب اعزہ اُن سے ملاقات کرنے گئے تو انہوں نے ملاقات کرنے والوں کے حوصلے بڑھائے ۔

پھر حضور نے محمد الیاس منیر صاحب کے خط سے اقتباس پڑھکر سنایا جس میں انہوں نے تحریر کیا ہے کہ جب فیصلہ سنایا گیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے تسکین میرے سارے جسم میں بھر دی گئی ہے بے اختیار "الحمد للہ" کے کلمات منہ سے نکلے اور یوں لگا جیسے سارے بوجھ اُتر گئے ہیں ارد گرد سخت افسوس کا ماحول تھا ۔ ہم خوش ہو رہے تھے ۔ دیکھنے والے ہمیں خوش ہوتے ہوئے دیکھ کر حیران بھی ہو رہے ہوں گے مگر ہم تو افسانہ بنی ہوئی تاریخ کو زندہ کر رہے تھے ۔ پھر وہ لکھتے ہیں ! پیارے آقا ! ہم جو خادم کے عہد میں جان قربان کرنے کا وعدہ کیا کرتے تھے آج وقت آیا ہے اسی وعدے کو نبھانے کا ۔ بیشک ہم بہت کمزور ہیں اور گناہ گار ہیں لیکن آج جب ہمارے مولیٰ نے دین کے احیاءِ نو کے لیے ہمیں چُنا ہے تو ہم اپنی پوری ہمت اور طاقت کے ساتھ لبیک لبیک کہتے ہوئے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر رہیں گے ۔ انشاء اللہ العزیز اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ایک وجود کے بدلے میں لاکھوں وجودوں کو زندگی ملے گی

حضور نے فرمایا یہ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں خدا نے ابدی زندگی کے لیے چُن لیا ہے جو خود بھی مبارک بنائے جاتے ہیں اور جن کے وجود اپنے ماحول کو بھی مبارک کر دیتے ہیں ۔ جن کے خاندانوں پر نسلاً بعد نسلٍ اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں ۔

حضور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ میں کوئی بھی خدا کی راہ میں مارا جانے والا یہ وہم لے کر دُنیا سے رخصت نہیں ہوتا کہ میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا ۔ مگر جہاں تک جماعت کو توفیق ہے لازماً وہ ان کے پسماندگان کا خیال رکھے گی ۔ ہم بطور جماعت کے زندہ ہیں اور ہم سب

کے دُکھ اجتماعی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بہت سے لوگوں کی طرف سے بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم ان کی کسی طرح خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ نظام جماعت ہمیں موقعہ دے اس لیے شرح صدر کے بعد میں خدا کی راہ میں جان دینے والوں کے لیے ایک فنڈ کے قیام کا اعلان کرتا ہوں۔ حضور نے اس تحریک میں حصہ لینے والوں کے متعلق فرمایا۔

پوری طرح شرح صدر اور محبت کے جذبہ سے جو دینا چاہتا ہے دے ادنیٰ سا بھی تردّد یا بوجھ ہو تو وہ ہرگز نہ دے۔ یہ ایک خاص نوعیت کی تحریک ہے جس میں بشاشتِ طبع ہی ضروری نہیں بلکہ طبیعت کا دباؤ ضروری ہے۔ دل سے بیقرار تمنا اُٹھ رہی ہو۔ یہ خواہش پیدا ہو رہی ہو کہ میں اس میں شامل ہوں آج ایک آنہ بھی جس کو توفیق ہو وہ بھی بہت عظیم دولت ہے۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی سعادت ہوگی۔ اس لیے میں اس تحریک کا اعلان کرتا ہوں۔

حضور نے ایک دفعہ پھر دُعاؤں کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ دُعائیں کرنا، دعاؤں میں گریہ وزاری کرنا اپنے پیاروں کی یاد سے دل کو نرم پانا، اللہ کی رحمت ہے۔ حضور نے اس فنڈ کا نام "سیدنا بلال فنڈ" رکھا ہے۔

تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں
جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار
ٹوٹے کاموں کو بنا دے جب نگاہِ فضل ہو
پھر بنا کر توڑ دے اک دم میں کر دے تار تار

مُبارک تُو

(جناب عبد الغفور خادم ربوہ)

کبھی اے احمدی خادم یہ تیرے دل میں آیا ہے
وہ قوت کونسی ہے جس کا تُو ادنیٰ سا سایہ ہے

ترا کس ہستی اعلیٰ سے اس رشتے تعلق ہے
فلک پر اپنی نظروں کو کبھی تُو نے گھمایا ہے

تجھے کس نے کیا قائم یہ طوفانوں کے عالم میں
دَجل کی بھاری قوت سے تجھے کس نے لڑایا ہے

فتح تیرا مقدر لکھ دیا کس نے نوشتوں میں
عُدو کو جو بھی ہو تیرا بتا کس نے ڈرایا ہے

تجھے عالم کی سرداری تجھے عالم کی خدمت کا
یہ اعزازِ کریمانہ بتا کس نے دلایا ہے

سلاطیں تیری قسمت پہ کریں گے رشک حسرت سے
وہ مشفق کون ہے جس نے تجھے اتنا بڑھایا ہے

وہ اللہ ہے وہ اللہ ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے
مبارک تُو کہ اس کے رحم کی نظروں میں آیا ہے

حضرت مصعب بن عمیر رضؓ

(جناب انور طاہر کراچی)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ان وفاکیش افراد میں سے تھے جنہوں نے داعی حق کی دعوت کو سنا اس کے ساتھ عہد وفا باندھا اور پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ مکہ کے اس نوجوان نے ایفائے عہد کے لیے دنیا جہان کی تمام آسائشوں کو لات مار دی۔

آپ کا نام مصعب، کنیت ابو محمد، والد کا نام عمیر اور والدہ کا نام خناس بنت مالک تھا۔ پورا سلسلہ یوں ہے۔

مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی القرشی۔ حضرت مصعبؓ مکہ کے ایک نہایت حسین و خوبرو نوجوان تھے۔ ان کے والدین ان سے شدید محبت رکھتے تھے خصوصاً ان کی والدہ خناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے لخت جگر کو نہایت ناز و نعم میں پالا تھا۔ چنانچہ وہ عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اس زمانے میں میسر آسکتی تھی استعمال فرماتے تھے۔ ان کے جسم پر اطلس و حریر کے ایسے اعلیٰ قیمتی ملبوسات ہوتے کہ مکہ کے رؤسا بھی بصد حسرت دیکھتے رہ جاتے۔ تاریخ میں ان کا ذکر اس طرح آتا ہے "کان اعطر اھل مکۃ" کہ آپ اہل مکہ میں سب سے زیادہ معطر شخص تھے۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے

"مکہ میں مصعب سے زیادہ کوئی حسین، خوش پوشاک اور پروردۂ نعمت نہیں ہے!"

خدائے پاک نے حسن ظاہری، سلامت ذوق اور طبع لطیف کے ساتھ آئینہ دل کو بھی نہایت ہی شفاف بنایا تھا صرف عکس توحید کی دیر تھی توحید کے دلربا خد و خال آئینۂ دل پر ابھرے تو آپ کو شرک سے متنفر کر دیا آپ آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر اس کے شیدائیوں میں داخل ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین تھے اور مسلمانوں پر مکہ کی زمین تنگ ہو رہی تھی اسی بناء پر حضرت مصعبؓ نے ایک عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور چھپ چھپ کر نبوت کے چشمۂ صافی پر حاضر ہو کر حق پرستی کی پیاس بجھاتے رہے۔ کہتے ہیں عشق اور مشک چھپے نہیں رہتے۔ چنانچہ مکہ کے اس معطر ترین شخص کے وجود سے عشق مولیٰ کی خوشبو بھی چھپی نہ رہی۔

ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی ماں اور اہل خاندان کو خبر کر دی۔ انہوں نے سنا تو محبت نفرت سے بدل گئی اور مجرم توحید کے لیے شرک کی عدالت نے قید تنہائی کا فیصلہ سنا دیا۔

چنانچہ ماں کے نرم و گداز ہاتھوں کے لمس کی جگہ تازہ کھجور کی بے رحم چھڑیاں آپ کے نازو نعم میں پلے ہوئے جسم پر پڑتیں جس سے سارا جسم لہولہان ہوجاتا۔ پھولوں کی سیج کی جگہ اب کھردرے پتھر آپ کا بچھونا بن گئے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک آپ یہ مصائب برداشت کرتے رہے آخر زندان کی تلخ زندگی نے ترک وطن پر مجبور کر دیا اور آپ نے متلاشیانِ امن وسکون کے ساتھ سرزمین حبشہ کی راہ لی، اس ناز پروردہ نوجوان کو اب نہ تو نرم و نازک ملبوسات کی حاجت تھی نہ نشاط افزا عطریات کا شوق آپ نے اطلس و کمخواب کو تج دیا۔ اور لذیذ کھانوں کو چھوڑ دیا۔ صرف جلوۂ توحید کے ایک نظارہ نے تمام فانی ساز و سامان سے بے نیاز کر دیا غرض ایک مدت کے بعد حبشہ سے مکہ لوٹ آئے۔ ہجرت کے مصائب سے وہ رنگ روپ باقی نہ رہا تھا۔ خود انکی ماں کو اپنے نورِ نظر کی پریشان حالی پر رحم آگیا اور وہ مظالم کے اعادہ سے بے نیاز ہو گئی، لیکن نورِ باطنی آپ کی خورشید مثال جبین سے آشکارا تھا۔

اسی اثناء میں خورشید اسلام کی ضیا بار شعاعیں کوہ فاران کی چوٹیوں سے گذر کر وادی یثرب تک پہنچ چکیں تھیں اور مدینہ منورہ کے ایک معزز طبقہ نے اسلام قبول کر لیا تھا انہوں نے دربار نبوت میں درخواست بھیجی کہ ہماری تعلیم و تدریس پر کسی کو مامور فرمایا جائے آنحضرت صلعم کی نگاہِ جوہر شناس نے اس خدمت کے لیے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو منتخب کیا اور چند زرین نصائح کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کیا۔

چنانچہ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ مکہ سے باہر مدینہ میں پہلے مبلغ اسلام تھے۔

حضرت مصعبؓ مدینہ پہنچکر حضرت اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر فروکش ہوئے اور گھر گھر پھر کر تعلیم قرآن و اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے اس طرح رفتہ رفتہ آپکی شب و روز کی مساعی سے کلمہ گویوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔

ایک روز آپ حسب معمول بنی ظفر کے گھر میں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ اُسید بن حضیر حاضر ہوئے اور حضرت مصعب کو اشاعتِ اسلام سے بزور روکنے لگے مگر جلد ہی حضرت مصعبؓ کی زبان سے اسلام کے عقائد و محاسن سن کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

حضرت اسیدؓ غیظ و غضب کے عوض عشق و محبت کا سودا خرید کر اپنے قبیلہ میں واپس آئے۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے دور سے ہی اس انقلاب کو پہچان لیا اور سخت جوش غضب سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت مصعب بن عمیر کے پاس پہنچے لیکن خود بھی اسلام کے محاسن سن کر اسلام لے آئے۔

۵ - لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

حضرت سعدؓ بن معاذ کے اثر سے عبد الاشہل کا تمام قبیلہ اسلام لے آیا۔ مدینہ منورہ میں جب کلمہ گویوں کی ایک معتدبہ جماعت پیدا ہو گئی تو حضرت مصعبؓ نے دربارِ نبوت سے اجازت طلب کر کے حضرت سعد بن خیثمہ کے مکان میں جماعت کے ساتھ نمازِ جمعہ کی بنیاد ڈالی۔ پہلے کھڑے ہو کر ایک نہایت مؤثر خطبہ دیا پھر خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھائی اور بعد نماز حاضرین کی ضیافت کے لیے ایک بکری ذبح کی گئی۔

عقبہ کی پہلی بیعت میں صرف بارہ انصار شریک تھے لیکن حضرت مصعبؓ نے ایک ہی سال میں تمام اہل یثرب کو اسلام کا فدائی بنا دیا چنانچہ دوسرے سال تہتر ۷۳ اکابر و اعیان کی پُرعظمت جماعت اپنی قوم کی طرف سے تجدید بیعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں مدعو کرنے کے لیے روانہ

ہوئی ان کے معلم دین حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ساتھ تھے۔

حضرت مصعبؓ نے مکہ آنے کے بعد ذی الحجہ، محرم اور صفر کے مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں بسر کئے۔ اور پہلی ربیع الاوّل کو سرور کائناتؐ سے بارہ دن پہلے مستقل طور پر ہجرت کر کے مدینہ کی راہ لی۔

۲ھ سے حق و باطل میں خونریز معرکوں کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت مصعب بن عمیرؓ میدانِ فصاحت کی طرح عرصۂ وغا میں بھی نمایاں رہے۔ غزوۂ بدر میں جماعتِ مہاجرین کا سب سے بڑا علم ان کے ہاتھ میں تھا، غزوہ اُحد میں بھی علمبرداری کا شرف انہی کو ملا۔ اس جنگ میں ایک اتفاقی غلطی نے جب جنگ کا پانسہ پلٹ دیا اور فاتح مسلمان ناگہانی طور سے مغلوب ہو کر منتشر ہو گئے تو اس وقت بھی یہ علمبردار اسلام یکہ و تنہا مشرکین کے نرغہ میں ثابت قدم رہا کیونکہ لوائے توحید کو پیچھے کی طرف جنبش دینا اس فدائی ملت کے لیے سخت عار تھا غرض اسی حالت میں مشرکین کے شہ سوار ابن قمیہ نے بڑھکر تلوار کا وار کیا جس سے آپکا داہنا ہاتھ شہید ہو گیا لیکن بائیں ہاتھ سے فوراً علم پکڑ لیا۔ ابن قمیہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں ہاتھ بھی قلم ہو گیا، لیکن اس دفعہ دونوں بازوؤں نے حلقہ کر کے علم کو سینہ سے چمٹا لیا اس نے جھنجھلا کر تلوار پھینک دی اور اس زور سے نیزہ تاک کر مارا کہ اسکی انی ٹوٹ کر سینہ میں رہ گئی اور اسلام کا سچا فدائی فرشِ خاک پر دائمی راحت کی نیند سو رہا لیکن اسلامی پرچم سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

لڑائی کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیرؓ کی لاش کے قریب کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت کی۔

"من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ"

پھر لاش سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین وخوش پوشاک کوئی نہ تھا لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔"

پھر ارشاد ہوا۔

"بیشک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے روز بارگاہِ خداوندی میں حاضر رہو گے۔"

اس کے بعد غازیانِ دین کو حکم ہوا کہ کشتگانِ راہ خدا کی آخری زیارت کر کے سلام بھیجیں اور فرمایا:۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزِ قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دینگے۔"

اس زمانہ میں غربت وافلاس کے باعث شہیدانِ ملت کو کفن تک نصیب نہ ہوا حضرت مصعب بن عمیرؓ کی لاش پر صرف ایک چادر تھی کہ جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں برہنہ ہو جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا بالآخر چادر سے چہرہ چھپایا گیا۔ پاؤں پر اذخر کی گھاس ڈالی گئی اور ان کے بھائی حضرت ابوالروم بن عمیرؓ نے حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت سویبط بن سعدؓ کی مدد سے سپردِ خاک کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مصعبؓ نہایت ذہین طباع اور خوش بیان تھے۔ اخلاقی پایہ نہایت بلند تھا۔ علم کے مکتب نے مزاج میں صرف متانت ہی پیدا نہ کی تھی بلکہ مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔

مزاج نہایت لطافت پسند تھا اسلام قبول کرنے سے پہلے عمدہ سے عمدہ پوشاک اور بہتر سے بہتر عطریات استعمال فرماتے۔ حضرمی جوتا جو اس زمانہ میں صرف امراء کے لیے مخصوص تھا وہ ان کے روزمرہ کے کام میں آتا۔ غرض ان کے وقت کا اکثر حصہ آرائش و زیبائش میں بسر ہوتا تھا گویا

(بقیہ صؔ پر)

رفقاء حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے

صبر و استقامت کے چند نمونے

نصیر احمد انجم

حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی ہندوؤں سے احمدی ہوئے تھے ضلع جالندھر کے ایک قصبہ ڈومیلی کے رہنے والے تھے آپ نے جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بیعت کی تو والدین اور رشتہ داروں کی طرف سے شدید مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار آپ موقعہ دیکھکر قادیان پہنچ گئے مگر آپ کے والد صاحب آپ کے پیچھے پیچھے قادیان آئے اور حضرت بھائی عبدالرحمان کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے یہ وعدہ کرکے ساتھ لے گئے کہ میں ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا۔ اور پندرہ دن کے بعد واپس بھیج دوں گا۔ مگر آپ پر سختیوں کا دور شروع ہوگیا اور یہ سلسلہ نہ صرف زبانی سختی اور طعن و تشنیع تک ہی محدود تھا بلکہ اس سے گذر کر ہاتھوں اور لاتوں تک اور پھر گھونسے کھلتے چھڑیوں اور لاٹھیوں کے وار اور مظاہرے بھی اکثر ہوتے اور ایک وقت تو حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ چھریوں اور کلہاڑیوں تک کے حملے کئے گئے اور کئی کئی نے مل کر گرایا۔ اور چھاتی پر بیٹھ کر جان لینے تک کی کوشش کی یا خوف دلایا اور اسی طرح آٹھ نوماہ کا طویل زمانہ آپ کے لیے نہایت درجہ رنج و غم اور درد و ستم کا زمانہ تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

"تکلیف دینے کی کوئی بات نہ تھی جو میرے لیے روا نہ تھی۔ اور ظلم و تشدد کا کوئی طریق نہ تھا جسے میرے بزرگوں اور عزیزوں نے آزمانے کی کوشش نہ کی ہو۔۔۔"

ایک طرف آپ کو درشت اور سخت رویہ کے ساتھ احمدیت سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی۔ مگر جب دیکھا کہ اس طرح سے یہ اپنے عقائد سے باز نہیں آتا تو دوسرا حربہ اختیار کیا گیا جو کہ پہلے سے بھی بڑھکر تھا یعنی پیار و محبت کیساتھ ورغلانے کا۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں۔

"چند روز تک اقارب اور والدین کی سرگرمیاں اور مساعی بھی جاری رہیں۔ کبھی نرمی ہوتی تھی اور کبھی گرمی آجاتی تھی۔ کبھی پیار و محبت بلکہ منت و سماجت سے کام لیا جاتا تھا تو کبھی تنگ ہو کر درشتی و سختی اور ناراضگی اور تشدد بھی برتا جاتا تھا۔ غرض چند روز یہی سلسلہ خاص اہتمام اور تسلسل سے جاری رہا۔ اور جب انھوں نے دیکھا کہ کامیابی کی کوئی راہ باقی نہیں اور ان کے سارے حربے ختم ہو چکے ہیں تو مایوس ہو کر اپنے آخری اور اوچھے حیلے پر اتر آئے۔ ایک روز علی الصبح جبکہ میں حسب معمول تلاوت کے لیے قرآن شریف لینے کو اس کمرہ میں گیا جہاں میں نے اس کو الگ اور

ممتاز جگہ پر رکھا ہوا تھا تو مَیں نے اس کو وہاں نہ پایا! نہ میرا قرآن وہاں تھا اور نہ دوسری کتب! مَیں نے اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے شروع کئے بعد از تلاش بسیار یہ معلوم ہوا کہ کسی نے یہ ظلم کیا ہے کہ قرآن شریف اور دوسری کتب کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور آثار سے ظاہر ہوا کہ سنگدلی اور قساوت کا مظاہرہ ان مقدس کتب کو جلا دینے کی صورت میں بھی کیا گیا تھا۔"

ان تکالیف کے بعد پھر کسی طرح آپ قادیان پہنچے آپ کے والد نے پندرہ دن کا وعدہ کیا تھا مگر آپ پورے نو ماہ بعد وہ بھی بہت مشکل اور مصائب کو برداشت کرتے ہوئے قادیان آئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے رفقاء بڑے جوش اور پیار اور محبت کے ساتھ ملے اور آپ کا فرمانا کہ "اگر ہمارا ہے تو ہم سے آملے گا" پیشگوئی پوری ہوئی۔ مخالفین پھر بھی آرام سے نہ بیٹھے نت نئے منصوبے بناتے اور آپ کے والد اور چچا قادیان آآکر ہندوؤں سے مشورے کرتے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"ایک روز شیخ عبدالعزیز صاحب نے مجھ سے اصرار کیا کہ چلو آج بیت الاقصیٰ میں جاکر قرآن شریف پڑھیں۔۔۔۔ سو ان کے ساتھ بیت اقصیٰ کو اپنا قرآن مجید لے کر چلا گیا اور محراب کے قریب بیٹھ کر سر سے پگڑی اتاری اور اس پر قرآن شریف رکھ کر اپنی منزل تلاش کر رہا تھا کہ اچانک میری نظر باہر صحن کی طرف اُٹھی، کیا دیکھتا ہوں کہ میرے ایک چچا "بساکھا سنگھ" یا "بساکھی رام" سامنے کھڑے جلدی جلدی جوتا اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں جنکو دیکھتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے مَیں نے فوراً قرآن شریف کو بند کیا پگڑی سر پر رکھی اور چچا صاحب کی طرف بڑھا۔ اتنے میں وہ بھی جوتا کھول کر صحن میں داخل ہو چکے تھے وسط صحن تک بڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے چھاتی سے لگا کر پیار کیا اور جب انھوں نے مجھے چھاتی سے جُدا کیا تو میں جلد جلد اقصیٰ کے صحن سے باہر ہو گیا۔ تاکہ ان سے بچ نکلوں انھوں نے بھی جلدی تو بہت کی مگر جوتا پہننے میں لمحہ بھر دیر ہو گئی۔ میں بیت اقصیٰ کے دروازہ کی طرف لپکا۔ جہاں کیا دیکھتا ہوں کہ شیروں کی طرح تین سفید پوش دراز قد آدمی جوانمرد کوچہ میں کھڑے ہیں۔ ان کو مَیں نے پہچانا اور سیڑھیوں سے اتر کر ان میں سے ایک کے ساتھ مصافحہ کیا مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب مَیں نے محسوس کیا کہ جس کو مَیں نے شریف آدمی سمجھ کر مصافحہ کے لیے ہاتھ دیا تھا۔ اس کی طرف سے مصافحہ کے جواب میں ایک سخت گرفت نمودار ہوئی جس کے ساتھ ہی مجھ پر اس سازش کا انکشاف ہو گیا۔ کیونکہ پاس ہی چوک میں ایک یکہ کھڑا تھا۔ اس پر مَیں نے اس زور سے جھٹکا مارا کہ اس بھاری بھرکم جوان سورما کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میرا ہاتھ چھُٹ گیا اور میں وہاں سے بے تحاشہ اپنے ڈیرے کی طرف دوڑنے لگا۔

شان ایزدی کہ میرے چچا صاحب میرے پیچھے

تھے اور تین نوجوانوں نے میرا رستہ یوں روک رکھا
تھا کہ بچ نکلنا ناممکن تھا۔ مگر قربان جاؤں
خدائے بزرگ و برتر پر کہ اس نے اپنے نازک
مرحلہ پر میری مدد فرمائی اور دشمن کے نرغہ سے
خارق عادت رنگ میں مجھے رہائی بخشی۔ ورنہ
ان کے ارادے ظاہر تھے یکہ تیار کھڑا تھا۔ پکڑنے
اور اٹھا کر یکہ میں باندھنے کے لیے کافی سے زیادہ
انتظام تھا۔ بازار پر دشمن کا قبضہ تھا اور
حالات و اسباب کے لحاظ سے حقیقۃً دشمن مکمل
ساز و سامان سے آراستہ اور میں کمزور بالکل یکہ
و تنہا بے یار و مددگار تھا حتٰی کہ میری فریاد کو
میرے ہمدردوں تک پہنچانے والا کوئی نہ
تھا۔ مگر اس موقعہ پر جو کچھ ظاہر ہوا وہ نہایت
درجہ محیر العقول تھا۔ نہ جانے مجھ میں اتنی
قوت کہاں سے آگئی تھی کہ دشمن کا مکر اور
گرفت میرے مقابلہ میں ہیچ ہو گئی۔ اور
وہ سبھی ایسے مرعوب اور سست ہو گئے کہ
میں علی رغم انف ان کے ہاتھوں سے نکل
گیا اور میرے پیچھے تین چار بھاگنے والوں
کی رڑ دبڑ کی آواز نے گلی میں ایک شور سا کر دیا
تو گھر کے مکینوں نے کھڑکیوں سے باہر سر نکالے
اور اس بھاگڑ کو دیکھ کر خوب ہی مذاق اڑایا
میری اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور میں ان
کے ہاتھ نہ آیا اور جب بیت مبارک کی کوچہ بندی
کے قریب پہنچا تو چچا صاحب بزرگوار نے میرا
نام لے کر پکارا اور فرمایا کہ "بات تو سن لو" میں
نے دوڑتے ہی دوڑتے جواب میں عرض کیا کہ
"چچا ابا چند قدم اور آگے آجائیں آپ جو کچھ
فرمائیں گے میں سننے کو تیار ہوں" کیونکہ اس جگہ
سے آگے ہماری آبادی تھی۔ مگر چچا صاحب محترم
نے اس وقت آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور
وہیں سے بے نیل و مرام بصد حسرت واپس لوٹ
گئے۔"

★

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب نے جب بیعت
کی تو آپ کو گھر کی طرف سے بھی دشمنوں کی طرف سے اور
قضا و قدر کی طرف سے بھی سخت آزمائش اور مشکلات کا
سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ نے ان پر صبر کیا۔ چنانچہ آپ نے
ابھی بیعت کی ہی تھی کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا
کہ "آپ کو بہت ابتلاء پیش آئیں گے۔ سو خدا کے مامور
کے فرماتے ہوئے کلمات پیشگوئی کا روپ دھار گئے
اس کے متعلق آپ خود بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت
اقدس سے بیعت کرنے کے بعد روانہ ہو کر ابھی راستہ ہی میں
تھا کہ مجھے خبر ملی کہ میری اہلیہ بعارضہ درد گردہ و قولنج و
قے مفرط سخت بیمار ہے جب میں گھر پہنچا اور دیکھا تو
واقعہ میں ایک نازک حالت طاری تھی۔ شدت درد کا یہ
حال تھا کہ جان ہر دم ڈوبتی جاتی تھی اور بے تابی ایسی تھی
کہ باوجود کثیر الحیاء ہونے کے مارے درد کے بے اختیار
ان کی چیخیں نکلتی تھیں اور گلی کوچے تک آواز پہنچتی تھی
اور ایسی نازک دردناک حالت تھی کہ اجنبی لوگوں کو بھی
وہ حالت دیکھ کر رحم آتا تھا۔ شدت مرض تقریباً تین
ماہ تک رہی اسقدر مدت میں کھانے کا نام تک نہ تھا
صرف پانی پیتیں اور قے کر دیتیں۔ دن رات میں پانچ
سات مرتبہ متواتر قے آتی۔ پھر درد قدرے کم ہوا مگر
نادان طبیبوں کے بار بار فصد لینے سے ہزالی مفرط کی مرض

مستقل طور پر دامن گیر ہوگئی - ہر وقت جان بلب رہیں - دس گیارہ دفعہ تو مرنے تک پہنچ کر بچوں اور عزیز و اقرباء کو پورے طور الوداعی غم والم سے رلایا - غرض گیارہ مہینے تک طرح طرح کے دکھوں کی تختہ مشق رہ کر آخر کشادہ پیشانی سے اٹھائیس ۲۸ برس کی عمر میں سفر جاودانی اختیار کیا - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور اس حادثہ جانکاہ کے دوران ایک شیر خوار بچہ رحمت اللہ نام بھی دودھ نہ ملنے کے سبب بھوکا پیاسا ہی راہی ملک بقا ہوا۔

ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ عاجز کے دو بیٹے عبدالرحیم وفیض الرحیم تپ محرقہ سے صاحب فراش ہوئے - فیض الرحیم کو ابھی گیارہ دن پورے نہ ہونے پائے کہ اس کا پیالہ عمر کا پورا ہوگیا اور سات سالہ عمر میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ کر جلدی سے اپنی پیاری ماں کو جا ملا - اور عبدالرحیم تپ محرقہ اور سرسام سے برابر دو ڈھائی مہینے بے ہوش میت کی طرح پڑا رہا - سب طبیب لاعلاج سمجھ چکے - کوئی نہ کہتا کہ بچے گا - چونکہ زندگی کے دن باقی تھے بوڑھے باپ کی مضطربانہ دعائیں خدا نے سن لیں اور محض اس کے فضل سے صحیح وسلامت بچ نکلا مگر پٹھوں میں کمزوری اور زبان میں لکنت باقی رہ گئی۔

یہ حوادث جانکاہ ایک طرف، اُدھر مخالفوں نے اور بھی شور مچا دیا تھا - آبروریزی اور طرح طرح کے مالی نقصانات کی کوششوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا - غریب خانہ میں نقب زنی کا معاملہ بھی ہوا - اب تمام مصیبتوں میں یکجائی طور پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ عاجز راقم کس قدر بلیہ دل دوز سینہ سوز میں مبتلا رہا اور ان آفات و مصائب کا ظہور ہوا جس کی حضور نے پہلے ہی مجمل طور پر خبر دی تھی۔

اسی اثناء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے از راہ نوازش تعزیت کے طور پر ایک تسلی دہندہ چٹھی بھیجی - وہ بھی ایک پیشگوئی پر مشتمل تھی جو پوری ہوئی اور ہو رہی ہے - لکھا تھا کہ "واقعہ میں آپ کو سخت ابتلا پیش آیا - یہ سنت اللہ ہے تاکہ وہ اپنے مستقیم الحال بندوں کی استقامت لوگوں پر ظاہر کرے اور تاکہ صبر کرنے سے بڑے بڑے اجر بخشے خدا تعالیٰ ان تمام مصیبتوں سے مخلصی عنایت کر دیگا - دشمن ذلیل وخوار ہوں گے ..... ان کی بددعائیں آخر ان پر ہی پڑیں گی" سو بارالحمد للہ حضور کی دعاؤں سے ایسا ہی ہوا - عاجز ہر حال میں صبر واستقامت میں بڑھتا گیا۔

★

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی کی طبیعت میں تصوف کا رنگ تھا - بہت بڑے عالم ہونے کے باوجود بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے عشق میں بالکل گداز تھے اور حضور سے اپنے تعلق فدائیت اور جانثاری کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر پہنچ گئے تھے - مستری نظام الدین صاحب سیالکوٹی سنایا کرتے تھے کہ

"حضرت مولوی صاحب کا اخلاص جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا - ۱۹۰۴ء میں حضرت اقدس جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو مولوی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے - حضور ایک مرتبہ وہاں خدام کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ کسی عورت نے کھڑکی سے حضور پر راکھ ڈالی - حضور آگے نکل چکے تھے - اس لیے راکھ مولوی صاحب کے سر پر پڑی - اس بظاہر ذلیل کرنے والے فعل سے مولوی صاحب کی روح وجد میں آگئی اور انھوں نے محویت کے عالم میں پنجابی

میں کہا

"پا اے مائیں پا"

یعنی اے محترمہ لے اور راکھ ڈالو۔ تا حق کے راستہ میں اس قسم کے سلوک میں پوری طرح لطف اندوز ہوسکوں۔

اسی سفر میں جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سیالکوٹ سے واپس تشریف لائے اور حضرت مولوی صاحب آپ کو الوداع کہنے کے بعد پیچھے رہ گئے تو بعض شریروں نے آپ کی بے عزتی کی۔ بلکہ پکڑ کر منہ میں گوبر ٹھونس دیا۔ اس پر بھی مولوی صاحب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور مخالفین کو کوسنے یا داویلا کرنے کی بجائے آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا۔

"او برہانا ایہہ نعماں کیتھوں"

یعنی اے برہان الدین! یہ نعمتیں روز روز اور ہر شخص کو کہاں نصیب ہوتی ہیں۔

یہ عشق اور مخالفین کی مخالفت پر صبر و رضا کا وہ نمونہ ہے جس کا ذکر سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے اس عربی شعر میں کیا ہے۔

لَنَا عِنْدَ الْمَصَائِبِ یَا حَبِیْبِی
رِضَاءٌ ثُمَّ ذَوْقٌ وَّ ارْتِیَاحٌ

یعنی اے میرے پیارے رب تیری راہ میں جو مصائب و ابتلاء آتے ہیں ان میں بھی ہم راحت و آرام پاتے ہیں اور وہ ہماری مسکراہٹیں ہم سے نہیں چھین سکتے۔

غزل

محمود شادابؔ

دیکھتا ہوں ہر طرف بکھری ہیں زنجیریں بہت
وقت آئیگا برہنہ ہوں گی شمشیریں بہت

ہم سمجھ سکتے نہیں یا آپ سمجھاتے نہیں
دیکھتے ہی دیکھتے بدلی ہیں تقدیریں بہت

کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا کچھ نہ کچھ ہوگا ضرور
ہو رہی ہیں آجکل تقسیم جاگیریں بہت

خیر ہو ایمان و دیں کی، اس زمانے کے خطیب
اپنے اپنے رنگ میں کرتے ہیں تفسیریں بہت

کیا بگڑ جائیگا جو مٹ جائیں گے دو چار نقش
خانۂ معمار میں ہوتی ہیں تصویریں بہت

رائیگاں جائے نہ شادابؔ ہم غریبوں کا لہو
کر رہا ہے جانے کب سے کوئی تدبیریں بہت

مومن کامل کو خدا تعالیٰ سے اکثر بشارات ملتی ہیں۔ یعنی پیش از وقوع خوش خبریاں جو اس کی ارادت یا اس کے دوستوں کے مطلوبات میں اس کو بتلائی جاتی ہیں۔

(آسمانی فیصلہ)

سال ۸۵-۱۹۸۴ء میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنیوالی

مجالس خدام الاحمدیہ ۔ قیادت ہائے اضلاع خدام الاحمدیہ اور مجالس اطفال الاحمدیہ میں تقسیم انعامات

مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۸۶ء بروز اتوار جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت کے آخری اجلاس میں محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب صدر مجلس مشاورت نے مندرجہ ذیل مجالس اور اضلاع کے عہدیداران میں انعامات تقسیم فرمائے۔

۸۵-۱۹۸۴ء میں حسن کارکردگی کی بناء پر :-

مقابلہ بین المجالس میں اوّل آنے پر مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کو خلافت جوبلی علمِ انعامی اور سندِ خوشنودی اور مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد کو دوم اور مجلس خدام الاحمدیہ اسلامیہ پارک لاہور کو سوم آنے پر سنداتِ خوشنودی دی گئیں۔

مقابلہ بین الاضلاع میں ضلع کراچی کو اوّل آنے پر انعامی شیلڈ اور سندِ امتیاز دی گئی جبکہ ضلع جھنگ کو دوم اور ضلع خوشاب کو سوم آنے پر سنداتِ امتیاز دی گئیں۔

مقابلہ بین المجالس اطفال الاحمدیہ میں اوّل آنے پر مجلس اطفال الاحمدیہ اورنگی ٹاؤن کراچی کو علمِ انعامی اطفال دیا گیا۔ اور مجلس اطفال الاحمدیہ عزیز آباد کراچی کو دوم اور مجلس اطفال الاحمدیہ اسلامیہ پارک لاہور کو سوم آنے پر سنداتِ خوشنودی پہلے دی جا چکی تھیں۔

احبابِ جماعت دعا کریں اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا مجالس کے اطفال و خدام اور عہدیداران کے لیے یہ اعزازات مبارک کرے۔ آمین۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

سالانہ مرکزی تربیتی کلاس

امسال سالانہ مرکزی تربیتی کلاس ۲۵ر اپریل سے ۸ر مئی ۱۹۸۶ء تک ایوان محمود ربوہ میں منعقد ہوگی انشاءاللہ العزیز۔ قائدین کرام سے درخواست ہے کہ اس کلاس میں شرکت کیلئے میٹرک کا امتحان دینے والے تمام طلباء کو ۲۵ر اپریل تک مرکز سلسلہ میں بھجوا کر ممنون فرماویں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(ناظم اعلیٰ مرکزی تربیتی کلاس ۱۹۸۶ء)

ہدایات مقابلہ مضمون نویسی خدام الاحمدیہ

سالانہ مقابلہ مضمون نویسی کیلئے "تحصیلِ علم اور ہمارا فرض" کا عنوان مقرر ہے۔ مضمون دو سے تین ہزار الفاظ پر مشتمل ہو۔ اس سے زیادہ مواد پر مشتمل ہونے کی صورت میں نمبر کٹ سکتے ہیں۔ مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ ۳۱ر جولائی ہے۔ خدام کی رہنمائی کیلئے مضمون کا خاکہ درج ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

•۔ تحصیلِ علم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات:۔ آیات قرآنی۔ سورۃ زمر آیت نمبر ۱۰ سورۃ فاطر آیت نمبر ۲۹۔ سورۃ مجادلہ آیت نمبر ۱۲ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۱۵۔ سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۲۲

•۔ تحصیلِ علم کے بارے میں احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم:۔ حدیقۃ الصالحین صہ ۱۱۳ تا صہ ۱۱۶۔ احادیث الاخلاق صہ ۱۸

•۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشادات:۔ ملفوظات جلد اوّل صہ ۶۸ تا صہ ۷۱۔ کتاب "مرزا غلام احمد قادیانی" از میر داؤد احمد صاحب صہ ۱۳۰ (تجلیات الٰہیہ صہ ۲۳-۲۱)

•۔ ائمہ احمدیت کے ارشادات میں سے بطورِ خاص جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے ارشادات دیکھیں "دورۂ مغرب" ارشادات بابت تعلیمی منصوبہ۔
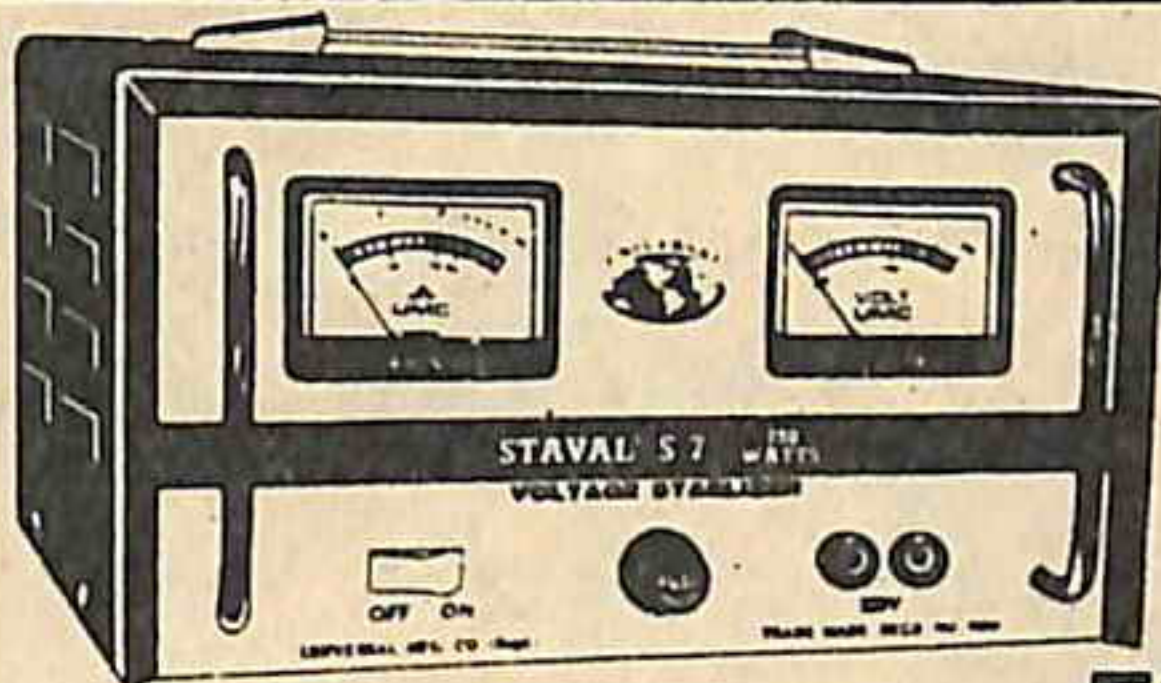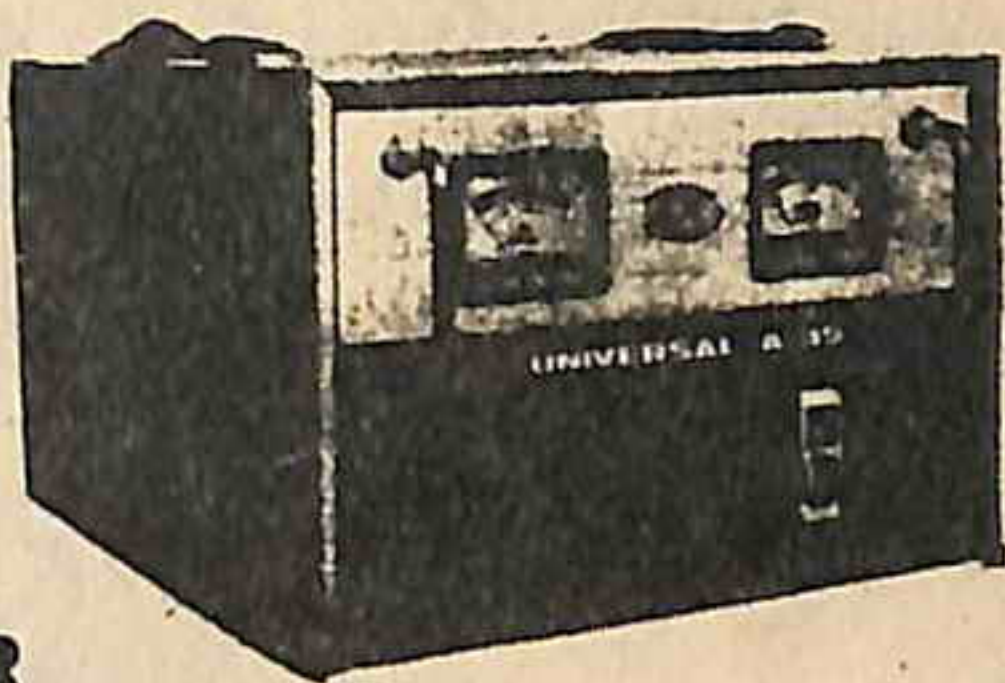
•۔ دیگر مواد:۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا مضمون ریویو آف ریلیجنز دسمبر ۱۹۸۳ء۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی کتاب IDEALS AND REALITIES۔

•۔ دیگر عناوین: •۔ موجودہ دور میں تعلیم کی بدولت ہی ہر قسم کی ترقی ممکن ہے •۔ پاکستان میں تعلیم کا تناسب دوسرے ممالک کی نسبت •۔ مغربی ملکوں میں علمی ترقی •۔ مسلمانوں کے ماضی میں علمی ترقی کا بلند مقام •۔ ہمارا عزم بطور ایک احمدی خادم کے •۔ تحصیلِ علم کا سب سے مؤثر ذریعہ۔ دعا بطور ہتھیار وغیرہ وغیرہ انفرادی راہنمائی خط لکھ کر حاصل کریں (مہتمم تعلیم)

جاپان

قدرتی حسن اور ترقی کا سنگم

جاپان جزائر کا مجموعہ ہے جو براعظم ایشیا کے مشرقی ساحل کے آخری سرے پر واقع ہے۔ ان میں چار بڑے اور مشہور جزائر ہوکائیدو، ہوشو، شی کوکو اور کیوشو ہیں۔ موسمی اعتبار سے جاپان ایک معتدل ملک ہے اور زرخیز و شاداب خطہ ہے۔ جھیلوں، دریاؤں اور پہاڑوں کے باعث یہاں دلکش مناظر کی بھرمار ہے۔ جاپان کو پہاڑی ملک بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا ۷۴ فیصد علاقہ پہاڑی خطوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ۵۳۲ سے زائد پہاڑ ایسے ہیں جن کی اونچائی ۲ ہزار میٹر سے بلند ہے جاپان کا بلند ترین پہاڑ فیوجی ہے جو ۳ ہزار ۷۷۶ فٹ اونچا ہے۔ جاپان میں آتش فشاں بھی کثرت سے موجود ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق بھڑکتے ہوئے آتش فشاں ۶۷ ہیں۔ جبکہ گرم چشموں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

جاپان میں میدانی علاقہ کم ہونے کے باعث اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یہی میدانی علاقے جاپان کی غذائی ضروریات کو بھی پورا کرتے ہیں اور یہیں پر صنعتیں بھی قائم ہیں۔ جاپان میں دریا بھی کافی تعداد میں ہیں لیکن ان کی حیثیت ندی نالوں کی سی ہے۔ یہ آمد و رفت اور رسل و رسائل کے لیے ناکافی ہیں۔ لہٰذا ان میں آب رسانی کا کام کیا جاتا ہے اور برقی قوت پیدا کی جاتی ہے کچھ بڑی اور چند چھوٹی جھیلیں بھی موجود ہیں لیکن ان کا استعمال قدرتی حسن میں اضافہ ہے جاپان کے چند مقامات کے قریب بحرالکاہل بہت گہرا ہو جاتا ہے۔ جزیرہ بون کے قریب یہ گہرائی ۹ ہزار ۸ سو میٹر تک جا پہنچتی ہے۔ بحیرہ جاپان کی گہرائی تقریباً ۳۶ سو میٹر ہے۔ بحیرہ جاپان سمندر جوشی کوکو اور ہوشو جزائر کے بیچ واقع ہے۔ صرف ۸۰ فٹ گہرا ہے جاپان دو بحری لہروں سے موجزن رہتا ہے گرم جاپانی لہر یا کوشی اور فلپائن کے شمال میں استوائی لہر پیدا کرتی ہے دوسری لہر توشیما بحیرہ جاپان اور کی شو کے مغرب میں بہتی ہے۔

جاپان میں موسمی اثرات ویسے ہی ہیں جیسے ہمارے ہاں ہیں۔ یہاں چار موسم تبدیل ہوتے ہیں۔ جاپان میں بارشیں زیادہ تعداد میں ہوتی ہیں اور درجہ حرارت بھی اس خطے میں واقع دوسرے ملکوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں سالانہ بارشوں کی حد ایک ہزار ملی میٹر سے تین ہزار ملی میٹر تک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں زرعی پیداوار بہت اچھی ہے۔ پودوں کی نشوونما بھی خوب ہے اور یہی بارشیں آبی برقی قوت کی فراہمی کا معقول ذریعہ ہیں۔ وسطی جاپان

اور شمالی اضلاع زرعی پیداوار کے لیے مناسب نہیں ہیں کیونکہ وہاں شدید برفباری ہوتی ہے البتہ جنوبی جاپان پیداواری اعتبار سے جاپان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

جاپان کی آب وہوا دو نمایاں خصوصیات کی حامل ہے گرمیوں کے آغاز میں یہاں شدید بارشیں ہوتی ہیں اور خزاں کی آمد کا اعلان شدید طوفانوں سے ہوتا ہے۔ بارش کا موسم جون کے اوائل سے لیکر جولائی کے پہلے ہفتہ تک رہتا ہے اس موسم کے دوران بارش کی مقدار کا اوسط ۳۰۰ ملی میٹر سے بڑھ کر ۵۰۰ ملی میٹر تک ہوجاتا ہے۔ یہاں پر شدید طوفان اوائل اکتوبر میں آتے ہیں۔

جاپانی عوام سے متعلق ماہرین میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن ماہرین آثار قدیمہ اور تاریخ اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں مشرقی ایشیا اور جنوبی بحرالکاہل کے جزیروں سے آنے والے نوآباد کار شامل ہیں۔ جاپان کے آباء و اجداد کو باماتو کہا جاتا ہے دورِ جدید کے جاپانی اپنی جسمانی ساخت اور صفات میں تقریباً یکساں ہیں۔ جاپان کی وزارت صحت کی رپورٹ کے مطابق ایک جاپانی مرد قد کے اعتبار سے ۱۶۸ء۶ سینٹی میٹر اور وزن کے لحاظ سے ۶۳ء۱ کیلو گرام ہوتا ہے جبکہ عورت کا قد ۱۵۵ء۴ سینٹی میٹر اور وزن ۵۱ء۰ کلوگرام ہوتا ہے جاپانیوں کی زردی مائل جلد آنکھیں سیاہ اور بال عموماً کالے اور سیدھے ہوتے ہیں۔

جاپان آبادی کے اعتبار سے دنیا کا ساتواں بڑا ملک ہے اس کی آبادی ۱۲۰ ملین ہے۔ جاپان کے گنجان آباد ملک ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مربع کیلومیٹر میں ۳۱۸ افراد سمائے ہوئے ہیں اس اعتبار سے جاپان دنیا کا سب سے زیادہ گنجان آباد علاقہ ہے

دوسری جنگِ عظیم کے بعد جاپانیوں کی شرح پیدائش میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا، لیکن ۱۹۵۰ء کے بعد اس میں نمایاں کمی واقع ہوئی۔ جاپان میں شرح اموات ۶ء۱ فیصد تھی، لیکن طبی سہولتوں کی فراہمی اور صحت انشورنس پروگراموں کے باعث اس میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی ہے جاپانیوں کی عمر کا تناسب جو ۱۹۳۵ء میں مردوں کے لیے ۴۷ سال اور عورتوں کے لیے ۵۰ برس تھا۔ اب مردوں کے لیے ۷۳ء۷۹ اور عورتوں کے لیے ۷۹ء۱۳ ہوگیا ہے۔

جاپان کی آبادی کا ایک بڑا حصہ شہروں میں رہائش پذیر ہے تقریباً ۷۶ فیصد جاپانی شہروں میں رہائش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ شہری آبادی کا ۴۵ فیصد تین بڑے شہروں ٹوکیو، اوسکا اور ناگویا کے اطراف پر مشتمل ہے۔

جاپان ایک پہاڑی ملک ہے یہاں زراعت کے امکانات دوسرے ممالک کی نسبت کم ہیں۔ جاپان کی قابل کاشت زمین کل اراضی کا ۱۴ء۶ فیصد اور چراگاہیں ۶۵ء۶ فیصد ہیں، لیکن جاپانیوں نے کم اراضی کے پیش نظر پیداوار پر بھرپور توجہ دی ہے اور یہ اسی انتہائی نگہداشت کا اثر ہے کہ آج جاپان کی فی ایکڑ پیداوار دنیا میں سب سے زیادہ ہے ——— انتہائی پیداوار جاپان میں زرعی اصلاحات کا نتیجہ ہے جنہیں دوسری جنگ عظیم کے بعد متعارف کرایا گیا تھا اور ان اصلاحات کے نتیجے میں تمام کسان جتنی زمین پر کاشت کرتے تھے اس کے مالک قرار دیئے گئے تھے۔ اس سے ان میں پیداوار کو بہتر بنانے کی تحریک پیدا ہوئی اس کے علاوہ کاشت کے پرانے طریقہ کار کو فرسودہ قرار دے دیا گیا اور میکانکی آلات اور کیمیائی کھاد کو متعارف کرایا گیا۔ چاول، گیہوں

جَو، دالیں، ترکاری اور پھل جاپان کی خاص پیداوار ہیں۔
چونکہ جاپان میں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں اور دریا بھی وافر مقدار میں ہیں لہٰذا قابل کاشت اراضی کی قلت کے باوجود چاول کی فصل بہت اچھی ہوتی ہے۔ آبادی میں اضافے اور پیداوار میں مختلف محرکات کے سبب کمی کے باعث جاپان کو بین الاقوامی منڈی سے بھی اپنی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے گیہوں، جو اور مٹر خریدنا پڑتے ہیں۔ جاپانیوں میں غذا کے سلسلے میں خواہشات متنوع ہو گئی ہیں۔ اب گوشت، پنیر اور مکھن کا استعمال بڑھنے سے چاول ایک اور اضافی غذا بن کر رہ گیا ہے۔ اب جاپانی زراعت کے لیے ایک فیصلہ کن موڑ آن پہنچا ہے اور یہی وجہ ہے کہ باغبانی اور مویشی بانی کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔

حالیہ برسوں کے دوران جاپان میں پھلوں اور ترکاریوں کی پیداوار میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ جاپان میں چرا گاہوں کی چونکہ قلت ہے۔ لہٰذا مویشی پالنے کا رجحان حالیہ وقتوں تک اتنا زیادہ نہیں ہے۔ محدود پیمانے پر افزائش نسل ہوتی تھی، لیکن اب اس میں بھی اضافہ ہوا ہے کیونکہ گوشت، دودھ، مکھن جیسی غذاؤں کی طلب بڑھ گئی ہے۔

جاپان کی اراضی کا دو تہائی حصہ جنگلات سے ڈھکا ہوا ہے۔ ان جنگلات سے حاصل ہونے والی تعمیراتی لکڑی کی شرح بھی مناسب ہے لیکن تعمیرات کے بڑھتے ہوئے رجحان نے اس شعبے میں بھی درآمد کو اپنانے پر مجبور کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج جاپان لکڑی درآمد کرنے والا سب سے بڑا ملک بن چکا ہے۔ جاپان کو نقصان دوسری جنگ عظیم کے دوران اٹھانا پڑا، جب بہت زیادہ تعمیراتی لکڑی ضائع ہو گئی۔ حالیہ برسوں میں جاپان نے اس جانب بھی توجہ دی ہے اور جنگلات کی توسیع کے لیے مثبت اقدامات کئے گئے ہیں۔

جنگلات کے کل رقبے

کے ۳۹ فیصد حصے پر نئے سرے سے جنگلات اُگائے گئے ہیں۔ ایسی پہاڑی زمین جو زراعت کے لیے مناسب نہیں ہے وہاں پر جنگلات کو فروغ دیا جا رہا ہے۔
چونکہ جاپان کے اطراف میں سمندر ہے۔ لہٰذا ماہی گیری جاپانی معیشت کا ایک اہم حصہ ہے۔ آج جاپان کا شمار دنیا کے بڑے ماہی گیر ملکوں میں ہوتا ہے۔ جاپان کی ماہی گیری صنعت کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ ساحلی ماہی گیری
۲۔ ساحل سے کچھ دُور کی ماہی گیری
۳۔ کھلے سمندروں میں ماہی گیری

ساحلی ماہی گیری عموماً انفرادی یا گاؤں کے مچھیروں کی سطح پر کی جاتی ہے۔ ساحل سے کچھ دُور کی ماہی گیری دس سے سو ٹن کی کشتیوں پر کی جاتی ہے اور کھلے سمندر میں ماہی گیری بڑے ماہی گیر جہازوں کے ذریعے کی جاتی ہے بین الاقوامی سطح پر جاپان دیگر ملکوں کے ساتھ بحری وسائل کے تحفظ کے متعدد معاہدوں اور سمجھوتوں میں شریک ہے۔ ۱۹۷۷ء میں امریکہ اور روس نے دو سو میل کی ماہی گیری کی حد قائم کر دی تو جاپان کو بھی اسی چیز پر عمل پیرا ہونا پڑا جس کے نتیجے میں جاپان کی ماہی گیری کی صنعت کو شدید دھچکا پہنچا۔ اب جاپان نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے مچھلیوں کی افزائش نسل پر توجہ دینا شروع کی ہے۔

عشرہ تعلیم یکم تا ۱۰ر مئی ۱۹۸۶ء

شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے یکم تا ۱۰ر مئی عشرہ تعلیم منایا جا رہا ہے جس کا پروگرام مندرجہ ذیل ہے۔ امید ہے قائدین اضلاع و مجالس اور ناظمین تعلیم اس عشرہ کو کامیاب بنانے کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں برکت ڈالے اور قبول فرمائے۔ آمین۔

پروگرام

۰۔ روزانہ تلاوت قرآن پاک کا انتظام کیا جائے ۰۔ نماز باترجمہ سکھانے کا انتظام کیا جائے ۰۔ کوائف فارم تعلیم القرآن پُر کیے جائیں ۰۔ مجلس انصار سلطان القلم قائم کی جائے ۰۔ بزم حسنِ بیان قائم کی جائے ۰۔ تمام ضلعی مقامات میں مجلس خدام الاحمدیہ کی لائبریری قائم کی جائے ۰۔ مرکزی سالانہ امتحانات کی تیاری کے لیے روزانہ تعلیمی کلاسز کا اہتمام کیا جائے ۰۔ ۹ر مئی ۱۹۸۶ء بروز جمعۃ المبارک خدام کا امتحان ہوگا ۰۔ عشرہ تعلیم کی رپورٹ ۳۰ر مئی ۱۹۸۶ء سے قبل مرکز میں آنی ضروری ہے ۰ مطالعہ کتب کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ (مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

محترم حافظ مظفر احمد صاحب

نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

"با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب"

اسی مفہوم میں عربی زبان کی ضرب المثل ہے ادب المرء خیر من ذھبہ کہ انسان کا ادب اس کے زر اور مال و منال سے بہتر ہے، لیکن صرف مال کا موجود ہونا کوئی خوبی نہیں اس کا عمدہ اور برموقع استعمال حقیقی خوبی ہے اس لیے کہتے ہیں۔ اَلْاَدَبُ مَالٌ وَّ اِسْتِعْمَالُہٗ کَمَالٌ ——— کہ ادب مال ہے اور اس کا استعمال شرف و کمال ہے۔ غرضیکہ کسی مقصد اور نصب العین کے حصول کے لیے ادب پہلا قرینہ ہے۔ علم و حکمت کے بلند و بالا اور فلک بوس مینار کے لیے ادب پہلا زینہ ہے۔ اگر پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی ہوئی تو سارے مینار میں ٹیڑھاپن اور کجی ہوگی ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اگر ادب ہی نہیں تو حقیقی علم کی اُمید فضول ہے۔ ادب کے معنے تہذیب و شائستگی، عمدہ روش، نیک عادات اور مکارم اخلاق کے ہیں ——— اور اصطلاحاً ادب وہ اخلاقی ملکہ ہے جو انسان کو ہر ناشائستہ بات سے روکے ——— اور کسی چیز کے آداب سے مراد اس کے مخصوص اصول، قوانین صحیح طریق اور مناسب ذرائع ہیں اور یہی آداب ان سطور میں بیان کئے جائیں گے۔ جن کا سیکھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا حصولِ علم کے لیے نہایت ضروری ہے بالفاظ دیگر یہ علم حاصل کرنے کے سنہری گُر ہیں۔

کسی چیز کے حصول کے لیے ایک اہم امر اس کی اہمیت اور شرف و فضیلت کو ذہن نشین کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بعد علم و عرفان کا درجہ رکھا ہے چنانچہ فرمایا:۔

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات (سورۃ مجادلہ)

احادیث میں بھی بکثرت فضائل علم بیان ہوئے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ:

"جو شخص حصولِ علم کے لیے رختِ سفر باندھتا ہے تو اس سفر سے واپس لوٹنے تک وہ (ثواب کے لحاظ سے) ایسا ہی ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔" (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے۔

"جو شخص علم سیکھتا ہے وہ علم اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔"

نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

" عالم کا شرف وفضل عابد کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے میرا یعنی رسول کریمؐ کا احترام و مرتبہ تمہارے ایک عامی شخص کے مقابلہ میں "۔

پھر فرمایا :۔

"یقیناً اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، اور زمین و آسمان کے تمام جاندار یہاں تک کہ اپنے بلوں میں رہنے والی چیونٹیاں اور پانی کی مچھلیاں تک لوگوں کو علمِ خیر سکھانے والے کے لیے دُعا کرتے ہیں"۔

احادیث میں فضیلت علم کے بارہ میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے قیسؓ بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مدینہ سے سفر کر کے حضرت ابو درداءؓ کے پاس دمشق آیا۔ حضرت ابو دردؓاء نے پوچھا میرے بھائی کیسے آنا ہوا؟ اس نے جواب دیا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان فرماتے ہیں وہ سننے کی غرض سے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کسی اور کام سے تو نہیں آئے؟ مسافر بولا نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا کہ تجارت کی غرض سے تو نہیں آئے؟ اس نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر تو صرف اس حدیث کی جستجو میں آیا ہے تو سن۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے۔

"کہ جو شخص طلب علم کی راہ پر گامزن ہوتا ہے اللہ اس کی راہ جنت کی طرف راہنمائی فرماتا ہے اور خدا کے فرشتے اپنے پروں کو طالب علم کی خاطر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے زمین و آسمان کی ہر چیز (خدا سے) بخشش طلب کرتی ہے۔ یہاں تک کہ مچھلی پانی میں (اس کے لیے دُعا کرتی ہے اور عالم کی عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ماہتاب کی باقی سب ستاروں پر۔ اور علماء یقیناً انبیاء کے وارث ہیں"۔

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ "علم" کی اہمیت و فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"علم و حکمت ایسا خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے اشرف ہے دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم و حکمت کو فنا نہیں"۔

(ملفوظات جلد ہفتم صہ ۲۰۹)

نیز فرمایا :۔

"علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے"۔

(ملفوظات جلد ہشتم صہ ۹)

علم کا دوسرا ادب یہ ہے کہ انسان حصولِ علم میں نیک نیت اور صحیح الارادہ ہو علم کا مقصد محض دنیا طلبی نہ ہو بلکہ دینی پہلو کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنیادی طور پر دو علم قرار دیئے ہیں "علم الادیان اور علم الابدان" ——— پس علم دین کی تحصیل بھی نہایت ضروری فریضہ ہے۔ ارشاد رسولؐ ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ جس شخص سے خیر و بھلائی کا ارادہ فرمائے اسے علم دین کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

اس کے بالمقابل محض حصولِ دنیا کی خاطر علم حاصل کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :

جو شخص غیر اللہ کے لیے علم سیکھتا ہے یا اس کا مقصد اللہ (کی رضامندی) نہیں بلکہ اس) کے سوا کوئی اور مقصد (یعنی محض دنیوی فائدہ) ہے

تو وہ یاد رکھے کہ اس کا ٹھکانہ جہنّم کی آگ ہے :۔

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"اس زمانہ میں سب سے مقدم اشاعتِ علم دین ہے۔" (براہین احمدیہ)

نیز فرمایا :۔

"طلب علم ہر مرد وعورت پر فرض ہے جیساکہ حدیث طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة سے ظاہر ہے مگر اوّل علومِ دینیہ کا حصول فرض ہے جب بچے علوم دینی سے پورے واقف ہو جائیں اور ان کو (دین) کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہو جاوے تب ان مروجہ علوم کے پڑھانے کا کوئی حرج نہیں۔"

(ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴)

اسی طرح فرمایا :۔

"علمِ دین میں برکت ہے اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے بغیر اس کے شوخی بڑھتی ہے نبوی علم میں برکات ہیں۔"

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۸۳)

پھر فرماتے ہیں :۔

"علم دین آسمانی علوم میں سے ہے اور یہ علوم تقویٰ اور طہارت اور محبت الٰہیہ سے وابستہ ہیں اور سگِ دُنیا کو مل نہیں سکتے۔"

(فریادِ درد)

علم کا تیسرا ادب یہ ہے کہ انسان علیم وخبیر اور علام الغیوب خدا کو حقیقی علم کا سرچشمہ یقین کرے تا اس کا قلب گہوارۂ علوم آسمانی ہو۔ اور اس کی پاک کتاب جو انوارِ الٰہیہ سے معمور اور علم وعرفان کا بحرِ بیکراں ہے۔ اس سے اکتسابِ علم کرے، اس کا فہم و ادراک حاصل کرے۔ پھر اعلم الناس اور اصدق الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مدینۃ العلم تھے علم کی بھیک مانگے آپ کے مقدس مکتب کا شاگرد بنے کہ آپ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے مصداق ہیں جنہوں نے خود بلا واسطہ حضرت باری سے اکتسابِ فیض کیا ہے اور آپ کے ذریعہ دنیا میں قرآن ایسا عظیم الشان علمی معجزہ ظہور پذیر ہوا۔ آپ خود فرماتے ہیں۔ اُعطیتُ جوامع الکلم کہ میری ایک منفرد فضیلت یہ ہے کہ مجھے "جوامع الکلم" عطا ہوئے ہیں۔ آسمانی علوم کے متعلق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

"اور جس علم کے ساتھ آسمانی نور نہیں وہ علم نہیں وہ جہل ہے وہ روشنی نہیں وہ ظلمت ہے وہ مغز نہیں وہ استخوان ہے۔"

(ازالہ اوہام صـــ ۵۷۳)

نیز فرمایا :۔

"تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اگر خدا داد روشنی طبع اور زیرکی نہ ہو تو یہ علم بھی کچھ نہیں دے سکتا۔" (فریاد درد)

اسی طرح قرآنی علوم سے متعلق فرماتے ہیں :۔

"..... قرآن شریف نے تائید دین میں اور علوم سے بھی اعجازی طور پر خدمت لی ہے اور منطق اور طبعی اور فلسفہ اور ہیئت اور علم نفس اور طبابت اور علم ہندسہ اور علم بلاغت وفصاحت وغیرہ علوم کے وسائل سے علم دین کا سمجھانا اور ذہن نشین کرنا ...... مدّ نظر رکھا ہے۔ طفیلی طور پر یہ سب علوم خدمت دین کے لیے

بطور خارق عادت قرآن شریف میں اس عجیب طرز سے بھرے ہوئے ہیں جن سے ہر ایک درجہ کا ذہن فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ حاشیہ ص۲۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرچشمہ فیوض و برکات قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"خدا نے ۔۔۔۔ اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی ۔۔۔۔۔۔۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار اور افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۶)

اسی طرح سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

قل رب زدنی علماً یعنی اے میرے رب تو مجھے اپنی عظمت اور معرفت شیون اور صفات کا علم کامل بخش اور پھر دوسری جگہ فرمایا وبذٰلک امرت و انا اول المسلمین ان دونوں آیتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی جو اول المسلمین ٹھہرے تو اس کا یہی باعث ہوا کہ اوروں کی نسبت علوم معرفت الٰہی میں اعلم ہیں۔ یعنی علم ان کا معارف الٰہیہ کے بارے میں سب سے بڑھ کر ہے ۔۔۔۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زیادتِ علم کی طرف اس دوسری آیت میں بھی اشارہ ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما (الجزو نمبر ۵) یعنی خدا تعالیٰ نے تجھ کو وہ علوم عطا کئے جو تو خود بخود نہیں جان سکتا تھا اور فضل الٰہی سے فیضان الٰہی سب سے زیادہ تیرے پر ہوا یعنی تو معارف الٰہیہ اور اسرار اور علوم ربانی میں سب سے بڑھ گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی معرفت کے عطر کے ساتھ سب سے زیادہ تجھے معطر کیا۔ غرض علم اور معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقت (دین) کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

اس جہالت و تاریکی کے زمانہ میں علم کے اس ادب کو بتمام و کمال اپناتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ہزاروں سال کے مدفون رُوحانی خزائن نکال کر پیش کئے آپ کو آسمانی نور سے حصہ دیا گیا، دینی دقائق و معارف آپ پر کھولے گئے اور علوم لدنیہ آپ کو عطا ہوئے۔ آپ نے اعلان فرمایا۔

"اور خدا نے اپنے فرستادہ کو بھیجا ۔۔۔ اور علم لدنی سے ممتاز فرمایا ہے۔"

(اربعین صفحہ ۳۵۶ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷)

اسی طرح آپ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ میں نے تمام علوم و معارف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر بیکراں اور چشمۂ رواں سے لیے ہیں اور یہ کہ آپ نے درسگاہِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں زانوئے تلمذ تہ کئے ہیں جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است
دگر استاد را نامے ندانم !
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

آپ کو الہام ہوا تھا۔

کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فتبارك من علم و تعلم یعنی تمام برکات و فیوض محمد مصطفیٰؐ کے واسطہ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ پس سکھانے والا بھی بہت مبارک ہے اور سیکھنے والا بھی۔ آپ اپنے ایک اُردو شعر میں فرماتے ہیں۔

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

شوقِ تحصیل علم اور اس کی حرص و جستجو علم کا ایک ضروری ادب ہے۔ عربی ضرب المثل ہے۔

من طلب جلب اور من جد وجد یعنی جو ئندہ یابندہ۔ شوق وہ سواری ہے جو بالآخر سوار کو منزلِ مقصود پر پہنچا دیتی ہے۔ لیکن علم کا شوق کبھی ختم نہیں ہوتا اور علم کا طالب کبھی سیر نہیں ہوتا۔ عرب کے جاہل، گنوار اور اجڈ لوگ جب ایمان کے نور سے منور ہوئے تو رسول اللہؐ نے ان کے قلوب میں علم و عرفان کی چنگاری روشن کر دی وہ اس ارشادِ رسول پر پورا ایمان رکھتے اور عمل کرتے تھے کہ علم حاصل کرو خواہ چین کے بعید ترین خطے میں جا کر سیکھنا پڑے بلکہ پنگھوڑے سے لیکر قبر میں جانے تک علم حاصل کرتے چلے جاؤ۔ چنانچہ صحابہ کے اندر حصولِ علم کا ایک جذبہ تھا۔ ایک شوق تھا۔ تحصیلِ علم کی ایک رُوح تھی۔ ایک سچی جستجو تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ دربارِ رسولؐ پر دھونی رما کر بیٹھ رہتے کہ مبادا دربار رسول سے غیر حاضری سے رسول پاک کا کوئی ارشاد سُننے سے رہ جائے۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ کا حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ایک سفر کرنے کا ذکر ہے جو محض طلب علم کی غرض سے تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا تھا۔ ھل اتبعك على ان تعلمن مما علمت رُشدا

چنانچہ صحیح بخاری میں "ذهاب موسیٰ فی البحر" کے باب کی ذیل میں مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے امام ابن حجر لکھتے ہیں:۔

"کہ علم کی خاطر سفر وغیرہ کی مشقت اُٹھانی چاہیئے۔ اور خشکی یا سمندر کا سفر کرنا چاہیئے۔ بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ کے شوق علم کے بیان میں ان کے ایک ماہ کے سفر کا ذکر ہے جو صرف ایک حدیث کی خاطر انہوں نے اختیار کیا تھا انہیں ایک شخص نے حدیث سنائی کہ میں نے فلاں سے سنی ہے اور وہ تحقیقِ علم کے شوق میں مہینہ بھر کے سفر کی صعوبتیں اُٹھا کر عبداللہ بن انیس کے پاس پہنچے اور حدیث سنی۔ وہ حدیث یہ ہے "یحشر الله العباد فینادیھم بصوت یسمعه من بعد کما یسمعه من قرب انا الملك الديان"۔ کہ اللہ قیامت کے روز بندوں کو اُٹھائے گا پھر انہیں ایسی آواز (بلند) سے پکارے گا کہ اسے دُور و نزدیک کے تمام لوگ سُنیں گے (وہ آواز یہ ہوگی) انا الملك الديان میں جزا سزا دینے والا بادشاہ ہوں"۔

اسی طرح حضرت ابوایوب انصاریؓ نے شوقِ حدیث میں مدینہ سے مصر تک کا طویل سفر اختیار کیا۔ عقبہ بن عامر سے وہ حدیث پوچھی اور اس کی تصدیق کروا کے اسی وقت سواری پر واپس ہوئے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ دو باتوں میں رشک کرنا چاہیئے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دی اور دوسرے وہ شخص جسے علم و حکمت کا خزانہ عطا ہوا اور وہ اس سے فیصلے کرتا اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔ یہ نمونہ صحابہ کرامؓ

نے خوب دکھلایا۔ غرضیکہ یہ وہ لوگ تھے جو امی اور ان پڑھ تھے مگر رسول خدا نے معجزانہ طور پر شوق علم ان کے اندر پیدا کر دیا تھا کہ وہ آسمانِ اسلام پر ستارے بن کر چمکے اور آج بھی ایک دُنیا ان اصحابی کالنجوم کی ضیا بار شعاعوں سے ہدایت پا رہی ہے اور جن کا پاک نمونہ آج ہمیں دعوتِ عمل دے رہا ہے کہ فاستبقوا الخیرات اور جن کا یہ طریق ہمیں پکار رہا ہے کہ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن۔ کہ علم و حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں سے مل جائے غنیمت ہے۔

تحصیل علم کے لیے محنت شرط اولین ہے۔ قرآنِ کریم نے یہ زریں اصول بیان فرمایا ہے کہ لیس للانسان الا ما سعی۔

محنت کی بڑی برکتیں ہیں دنیا کے بڑے سے بڑے عالم کے سوانح پڑھ کر دیکھ لو اس کی زندگی محنت و عمل مسلسل کوشش اور سعئ پیہم کی آئینہ دار ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انما العلم بالتعلم کہ علم کے لیے سیکھنا شرط ہے۔ حضرت ابوہریرہ علم حدیث کیلئے بڑی محنت کیا کرتے تھے۔ ان کی کثیر روایات اسی محنت کا نتیجہ ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ پہلے حصہ میں دن بھر کی احادیث دہراتا اور یاد کرتا ہوں۔ دوسرے حصہ میں آرام کرتا اور تیسرے حصہ رات میں عبادت کرتا ہوں۔

غرضیکہ حصول علم کے لیے محنت نہایت ضروری ہے کسی نے سچ کہا ہے۔

چوں شمع از پئے علم باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

علم کا ایک اہم ادب یہ ہے کہ تدریجاً علم سیکھا اور سکھایا جائے۔

تدریج کا ایک پہلو عمر کے اعتبار سے ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر

کہ بچپن کی سیکھی ہوئی بات ذہن و دماغ کی خالی اور صاف تختی پر یوں کندہ ہو جاتی ہے جیسے پتھر پر لکیر۔ جو مٹائے نہیں مٹتی۔ بھلائے نہیں بھولتی ——— حضرت علیؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ رسول اللہؐ کے زمانہ میں بچے تھے۔ مگر رسول اللہؐ کی باتیں بچپن سے ازبر تھیں۔ محمود بن لبید پانچ سال کے تھے کہ رسول اللہؐ نے انہیں مذاقاً چھیڑتے ہوئے کُلی سے ان پر پانی پھینکا تھا۔ انہیں یہ بات آخر تک یاد رہی اور اسے بڑے فخر سے بیان فرماتے تھے۔

دوسرا پہلو تدریجی علم میں یہ ہے کہ علم آہستہ آہستہ ابتدا سے شروع کر کے انتہا تک سکھایا جائے اور تدریج کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ وقفہ کے ساتھ علم سکھایا جائے۔ اس سے علم پختہ ہوتا ہے۔ سطحی نہیں رہتا اور انسان اکتاتا بھی نہیں خود رسول اللہؐ کا طریق تھا کہ کان یتخول بالموعظۃ والعلم۔ کہ آپ نصیحت و علم کی باتیں سکھانے میں وقفہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ آسانی پیدا کرو۔ تنگی پیدا نہ کرو۔ تھوڑا اور راسخ علم زیادہ اور بھول جانے والے علم سے بہتر ہے۔

علم کا ایک ذریعہ علمی و دینی مجالس کا قیام اور ان میں شرکت و شمولیت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مجالس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ مسجد نبوی میں اکثر رسول اللہ کی مجلس لگا کرتی تھی۔ خواتین کے لیے آپ الگ اجلاس کا بندوبست فرمایا کرتے تاکہ انہیں مسائل دینیہ سے واقفیت ہو

ان مجالس میں حاضری اور شرکت حصولِ علم کے لیے ضروری امر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو عوالی مدینہ میں آپ کا قیام تھا آپ رسول اللہ کی مجلسِ عرفان میں مصروفیت کے باعث روزانہ شرکت نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے آپ نے اپنے انصاری بھائی عتبان بن مالک سے باری مقرر کی ہوئی تھی اور باری باری دونوں مجلسِ رسولؐ میں شامل ہوتے اور واپس آکر ایک دوسرے کو اس علمی مجلس کی باتیں سنایا کرتے ـــــ صحابہ وفات رسولؐ کے بعد بھی ایسی مجالس منعقد کرتے تھے۔ کہا کرتے اجلس بنا نؤمن ساعة ـــ کہ آؤ ذرا مل بیٹھیں اور علمی و دینی باتیں کر کے ایمان تازہ کریں۔

رسول اللہؐ کی ایک ایسی ہی علمی و دینی مجلس کا ذکر ہے کہ تین افراد آئے، ایک واپس چلا گیا۔ دوسرے نے مجلس میں خالی جگہ دیکھی اور وہاں آکر بیٹھ گیا۔ اور تیسرا سب سے آخر میں بیٹھا۔ رسول اللہؐ جب باتیں کر چکے تو فرمایا کیا میں تمہیں ان اشخاص کے متعلق نہ بتاؤں (جو ابھی مجلس میں آئے) ان میں سے ایک نے تو اللہ کی پناہ لی اور اللہ نے اسے پناہ دی۔ دوسرے نے حیا سے کام لیا اور اللہ نے بھی اس کی پردہ پوشی کی۔ اور تیسرا منہ پھیر کر چلا گیا۔ اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا ـــــ علمی مجلس سے اعراض کر کے خدا تعالیٰ کے اعراض کا موجب بننا بڑی بدقسمتی ہے۔ کہتے ہیں خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے علمی مجالس میں انسان علم کی کئی باتیں سیکھتا ہے اور علماء کی مجلس و صحبت میں بیٹھ کر پھر خود بھی عالم بن جاتا ہے کہ

صحبت صالح ترا صالح کند

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم حاصل کرنے کی توفیق دے اپنی جناب سے علم سکھائے اور پھر عالم باعمل بنائے۔ (آمین) ؛

★★★

اخبار مجالس

آگے قدم بڑھائے جا

o-O-O-O-O-O-o

تربیتی کلاسز

• مجلس سلطان پورہ لاہور۔ ۲۷ر جنوری کو پہلی سہ ماہی یک روزہ تربیتی کلاس۔ ۶۵ خدام نے روزہ رکھا۔ تربیتی اجلاس میں ۹۸ خدام اور ۶۵ اطفال اور ۲۰ انصار شریک ہوئے۔ مقابلہ جات بھی ہوئے۔

• ناظم آباد کراچی۔ ۱۵ تا ۲۱ فروری ہفتہ تربیت۔ نماز باترجمہ سکھانے کا خاص اہتمام کیا۔ آخری اجلاس میں ۲۷ خدام اور ۷ اطفال شریک ہوئے۔

اجتماع

• قیادت ٹاؤن شپ لاہور ۱۶، ۱۷ر جنوری کو سہ ماہی دو روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ ہر حلقہ نے ایک ایک خیمہ لگایا۔ علمی و ورزشی مقابلوں کے علاوہ صنعتی نمائش بھی ہوئی۔ امیر جماعت احمدیہ ضلع لاہور نے انعامات تقسیم کئے۔ ۱۳۷ خدام و اطفال نے شرکت کی۔

خاص جلسے

جھنگڑ حاکم والا:۔ ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۵ء کو جلسہ سیرۃ النبیؐ۔
۲۰ر فروری ۸۶ء کو جلسہ پیشگوئی مصلح موعود
کھاد فیکٹری ملتان۔ ۲۱ر فروری کو جلسہ پیشگوئی مصلح موعود
دارالذکر فیصل آباد:۔ ۲۱ر فروری یوم مصلح موعود اور پکنک بمقام ۷۶ ر۔ب۔ سنتوک گڑھ

مجلس مقامی ربوہ۔ جنوری ۸۶ء

یکم جنوری کو یوم بیداری منایا گیا۔ اس دن مجلس عاملہ مقامی نے روزہ رکھا اور حلقہ جات نے نماز تہجد کا اہتمام کیا۔ ۲۳ حلقوں میں "قیام الصلوٰۃ" کے موضوع پر تقاریر ہوئیں۔ ۲۹ر جنوری کو ۲۱ حلقوں میں صداقت کے عنوان پر تربیتی تقاریر ہوئیں۔ ۱۸ر جنوری مجلس عاملہ نے کتاب "رازِ حقیقت" پر مجلس مذاکرہ منعقد کی۔ ۲۰۰ کی تعداد میں کتاب "رازِ حقیقت" مرکز سے خرید کر حلقوں میں فروخت کی گئی۔

مقابلہ تقریر "اقامۃ الصلوٰۃ" میں ۱۸۱ اور مقابلہ دینی معلومات میں ۵۵ خدام نے حصہ لیا۔ ۱۷ر جنوری کو یوم اصلاح و ارشاد منایا گیا۔ ۳ مجالس سوال و جواب ہوئیں۔ دفتر اول کے ۱۰ کھاتے جاری کروائے گئے۔ خدمتِ خلق کے موضوع پر ۶ تقاریر ہوئیں۔ ۱۴۹۸ روپے غرباء کی مدد کے لیے جمع کئے گئے اور ۹ بوتل خون کا انتظام کیا گیا۔ ربوہ سے باہر کی ٹیموں سے ۷ دوستانہ میچ کھیلے گئے۔ ۱۸ خدام نے ۷ میل پیدل سفر کیا۔ ۸ حلقوں میں نشانہ غلیل کا مقابلہ ہوا۔ ۳۱ر جنوری کو ۳۳ حلقوں نے مثالی وقارِ عمل منایا۔ ۴۶ وقارِ عمل ہوئے۔ میٹرک کے طلباء کے لیے دورانِ ماہ فری کوچنگ کلاس

بقیہ صفحہ ۳۷ پر

وفاقی جمہوریہ جرمنی میں غیر ملکی کارکن

روزگار کے مواقع اور اثرات

۱۹۵۰ء کے عشرے کے درمیانی عرصے میں وفاقی جمہوریہ جرمنی میں مشہور زمانہ "اقتصادی معجزے" کی وجہ سے ملکی معیشت میں انقلاب بپا ہوا اور ملک میں بھاری غیر ملکی سرمایہ کاری کے علاوہ برآمدات کو بے پناہ فروغ ملا۔ مختلف صنعتوں میں کام تیزی سے بڑھنے کی بدولت روزگار کے بیشمار مواقع پیدا ہوئے اور اعلیٰ ٹیکنیکی معیار کی پیداوار میں انتہائی غیر معمولی اضافہ دیکھنے میں آیا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۶ء تک مجموعی قومی پیداوار میں حقیقی معنوں میں ۴ء۹ فیصد اور ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۰ء کے درمیانی عرصے میں ۶ء۶ فیصد اضافہ ہوتا رہا۔

ظاہر ہے کہ اس پس منظر میں کارکنوں کی مانگ تیزی سے بڑھتی رہی۔ کارکنوں کی مانگ بڑھنے کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ ملک میں پیشہ ورانہ تربیت کی مدت خاص لمبی تھی۔ اوقات کار میں کمی ہوگئی تھی اور اہل خاندان کی تعداد کم رکھنے کے بارے میں بعد از جنگ کئے گئے فیصلے پر عمل جاری تھا اس کے علاوہ جنگ عظیم میں انسانی جانوں کے بھاری نقصان کی وجہ سے جوانوں کی تعداد کم ہوگئی تھی اور بڑھاپے میں داخل ہونے والے جرمنوں کی تعداد زیادہ تھی۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۵۵ء اور اس کے بعد کے عرصے میں وفاقی جمہوریہ جرمنی کی مسلح افواج کو مضبوط بنایا گیا اور شروع میں کوئی پانچ لاکھ افراد کو فوج کے مختلف شعبوں کے لیے بھرتی کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سول شعبوں میں بھی بہت سے کارکنوں کی خدمات حاصل کر لی گئیں۔ ۱۹۶۱ء میں دیوار برلن کی تعمیر کے سبب مشرقی جرمنی سے کارکنوں کی آمد کا سلسلہ تھم گیا۔

ان تمام واقعات کا نتیجہ یہ نکلا کہ وفاقی جمہوریہ جرمنی میں ملکی کارکنوں کی تعداد ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۲ء تک کے درمیانی عرصے میں کم ہوگئی۔ ۱۹۵۲ء تک کافی بیروزگاری تھی، لیکن صورتحال ایسا رخ اختیار کرتی رہی کہ غیر ملکی کارکنوں کے لیے زیادہ سے زیادہ گنجائش پیدا ہوتی رہی اور ۱۹۶۰ء میں تو صورتحال یہ ہوگئی کہ ملازمتوں کے مواقع بیروزگار افراد کی نسبت کہیں زیادہ ہوگئے۔ اٹلی کے کارکنوں کے بارے میں کنٹرولڈ بھرتی کا پہلا سمجھوتہ اٹلی اور وفاقی جمہوریہ جرمنی کے درمیان ۲۰ دسمبر ۱۹۵۵ء کو ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب وفاقی جمہوریہ جرمنی میں ۷۹۰۰۰ غیر ملکی کارکن مختلف شعبوں میں کام کر رہے تھے پھر یوں ہوا کہ ۱۹۶۰ء میں یونان اور اسپین کے ساتھ سمجھوتے ہوئے۔ حالانکہ اس وقت یہ ملک یورپی برادری میں شامل نہیں تھے۔ ترکی کیساتھ ایسا سمجھوتہ ۱۹۶۱ء میں مراکش کے ساتھ ۱۹۶۳ء میں پرتگال کے ساتھ ۱۹۶۴ء تیونس کیساتھ ۱۹۶۵ء اور یوگوسلاویہ کے ساتھ ۱۹۶۸ء میں کیا گیا۔ وفاقی جمہوریہ جرمنی کے محکمہ محنت نے ان ملکوں میں رابطہ دفتر قائم کئے

جنہیں یونان، اٹلی اور سپین میں جرمن کمیشن کہا جاتا تھا۔ یہ رابطہ دفتر ان ملکوں میں غیر ملکی کارکنوں کی بھرتی کے بارے میں فرائض وفاقی جمہوریہ جرمنی کے آجروں کی درخواست پر انجام دیتے تھے جب ۶۸-۱۹۶۷ء میں بعد از جنگ پہلے اقتصادی مندے نے معیشت کو متاثر کیا تو غیر ملکی کارکنوں کی تعداد میں ۳ لاکھ سے بھی زیادہ کمی ہوئی یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۹۶۰ء کے عشرے کے دوران جو بیس لاکھ کارکن "مہمان کارکنوں" کی حیثیت سے جرمنی آئے۔ اُن کی وجہ سے ملک میں کارکنوں کی مجموعی تعداد ۲۵ اعشاریہ ۳ ملین سے بڑھ کر ۲۶ اعشاریہ سات ملین ہوگئی گویا۔ یہ "مہمان کارکن" ملک میں موجود آسامیوں کو پُر کر رہے تھے اور ان کی آمد کے سبب حقیقی کارکنوں کی تعداد میں کچھ زیادہ اضافہ نہیں ہوا۔

غیر ملکی کارکنوں کی تعداد میں حقیقی اضافہ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۳ء کے درمیانی عرصے میں ہوا اور چند ہی برس میں یعنی ستمبر ۱۹۷۳ء تک غیر ملکی کارکنوں کی تعداد ملک میں خدمات انجام دینے والے لوگوں کی کل تعداد کا صفر اعشاریہ چار تھی جو ۱۹۷۳ء تک مسلسل اضافے کے باعث ۱۲ فیصد ہوگئی۔ ان ۲۶ لاکھ غیر ملکی کارکنوں کے ۱۸ لاکھ اہل خانہ بھی جرمنی آگئے۔ جب ۱۹۷۳ء کے آخری حصے میں اقتصادی مندے کا دور شروع ہوا اور تیل کے بحران کے سبب تیزی سے بیروزگاری پھیلنے کا شدید خدشہ ہوا تو وفاقی جمہوریہ جرمنی غیر ملکی کارکنوں کی بھرتی بند کرنے پر مجبور ہوگیا۔ اسی سلسلے میں انفرادی طور پر بھی ملازمت کے لیے وطن چھوڑ کر آنے والوں پر پابندی لگا دی گئی۔

نومبر ۱۹۷۳ء میں بھرتی پر پابندی فیصلہ کن موڑ ثابت ہوئی اور جو ملک یورپی برادری میں شامل نہیں اُن سے بھرتی بالکل بند کر دی گئی تاہم ترکی کے لیے اکتوبر ۱۹۸۰ء تک یہ پابندی عائد نہیں کی گئی۔

بھرتی پر پابندی کے اثرات

بھرتی پر پابندی سے یکطرفہ نوعیت کے عارضی اثرات مرتب ہوئے۔ یہ درست ہے کہ ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۸ء تک کوئی سات لاکھ تیس ہزار غیر ملکی کارکن کم ہوئے لیکن بعد کے برسوں میں غیر ملکی کارکنوں کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگی اس طرح ملک میں موجود غیر ملکیوں کی مجموعی تعداد بھی زیادہ ہوگئی۔

۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۸ء کے درمیانی عرصے میں واپس جانے والے کارکنوں کی تعداد جرمنی آنے والے کارکنوں سے کچھ بڑھ گئی۔ لیکن ۱۹۷۸ء کے بعد توازن پھر مثبت نوعیت کا ہوگیا اور غیر ملکی کارکنوں کی تعداد تیزی سے زیادہ ہونے لگی۔ ۱۹۸۰ء میں صورتِ حال یہ تھی کہ غیر ملکی کارکنوں کی تعداد ۲ ملین ریکارڈ کی گئی اور اس کے بعد سے غیر ملکی کارکنوں کو روزگار کے حصول میں کمی کا عمل شروع ہوا۔ بھرتی پر پابندی کا ایک اور نتیجہ یہ نکلا کہ سیاسی پناہ کی بنیاد پر جرمنی میں رہائش کی اجازت طلب کرنے والے لوگوں کی تعداد بڑھ گئی۔ یہ عمل ۱۹۷۹ء میں شروع ہوا اور ۱۹۸۰ء میں ایسے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تک پہنچ گئی اور خیال یہی کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا اصل مدعا روزگار کا حصول تھا۔

بھرتی پر پابندی کا ایک پہلو یہ تھا کہ وفاقی جمہوریہ جرمنی میں طویل عرصے سے رہنے والے غیر ملکیوں کی تعداد ۱۹۷۳ء سے بڑھنے لگی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس پابندی کی وجہ سے جرمنی میں مقیم غیر ملکیوں میں وطن واپسی کا ارادہ کمزور پڑتا چلا گیا۔ لیکن اُن میں اپنے اہل خاندان

کو جرمنی بلانے کی تمنا بڑھتی چلی گئی اور اس طرح غیر ملکیوں کی آمد و رفت سے متعلق پابندی کے اثرات خاصی حد تک بے معنی ہونے لگے اور اس کی وجہ لیبر مارکیٹ پالیسی اور جرمنی میں رہائش رکھنے سے متعلق ضوابط کا غیر مربوط ہونا تھی۔

یہی وہ پس منظر ہے جس میں جرمن محکمہ محنت کے سابق سربراہ جوزف سٹنگل نے یہ کہا کہ بھرتی پر پابندی سے پہلے سے موجود غیر ملکی کارکن غیر معینہ عرصہ کے لیے جرمنی میں رہنے لگے۔ اکتوبر ۱۹۸۲ء میں بون میں سی ڈی یو کے ماہرین کی ایک کانفرنس میں انہوں نے کہا کہ یورپی برادری کے باشندے ہماری معاشی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے جرمنی آتے رہتے ہیں اور سپین، یونان اور پرتگال کے کارکن اپنے اپنے ملک میں سیاسی اور اقتصادی حالات سُدھرنے کے بعد وہاں واپس چلے گئے، لیکن ترک کارکن ملازمت چھٹنے کے باوجود واپس نہیں گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں وفاقی جمہوریہ جرمنی میں جو گذارہ الاؤنس یا بے روزگاری الاؤنس ملتا ہے وہ بیشتر صورتوں میں ان کے ملک میں ملنے والے معاوضے سے زیادہ ہوتا ہے۔ بہر طور اس الاؤنس کے وہ حقدار ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایسے الاؤنسوں کیلئے روزگار کے دوران رقم جمع کراتے رہتے ہیں۔

(بحوالہ معلومات جرمنی جنوری ۱۹۸۶ء)

بقیہ صہ ۱۳ سے آگے :۔ حضرت مصعب رضؓ بن عمیر

سیم و زر کے انباروں میں پروان چڑھے لیکن جب اسلام لائے تو شرابِ توحید نے کچھ ایسا مست کیا کہ تمام تکلفات بھول گئے ایک روز دربارِ نبوت میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر ستر پوشی کے لیے صرف ایک کھال کا ٹکڑا تھا جس میں جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے صحابہ کرامؓ نے دیکھا تو گردنیں جھکا لیں آنحضورؐ نے فرمایا :

"الحمد للہ اب دُنیا اور تمام اہلِ دنیا کی حالت بدل جانی چاہیئے۔ یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ مکہ میں کوئی نازپروردہ نہ تھا لیکن نیکو کاری کی رغبت اور خدا و رسول کی محبت نے اس کو تمام چیزوں کی محبت سے بے نیاز کر دیا ہے۔"

بقیہ : اخبارِ مجالس صفحہ ۳۴ سے آگے

باقاعدہ ہوتی رہی نیز اس ماہ بی ایس سی فزکس کے لیے بھی فری کوچنگ کلاس کا اہتمام کیا گیا۔ ۲۵ تا ۲۹ جنوری حلقہ جات کی عاملہ سے میٹنگز کر کے منتظمین سے کام کا جائزہ لیا گیا۔ ۲۷ حلقہ جات میں محاسب صاحب مقامی نے حساب کا آڈٹ کیا۔ ۶۰۱ خدام نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۵ تا ۲۸۷ زبانی یاد کیں۔

جھنگڑ حاکم والا - نومبر دسمبر ۱۹۸۵ء اور جنوری فروری ۱۹۸۶ء

۵ اجلاسات عاملہ ۷ عام اجلاس ۱۴ مرتبہ وقارِ عمل ہوا۔ ۳ نئے خدام تحریک جدید کے دفترِ چہارم میں شامل ہوئے۔ ۱۰ مریضوں کا علاج کیا گیا۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(مینیجر خالد)

ہر قسم کی ڈرائی کلیننگ
اور رنگائی کیلئے
آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں
براس ڈرائی کلینرز
کمرشل مارکیٹ
سیٹلائٹ ٹاؤن
راولپنڈی

آخری صفحہ

یہ خیال مجھے کسی وقت نہیں چھوڑتا

ایک دفعہ کسی کام کے متعلق حضرت میر ناصر نواب صاحب کیساتھ مولوی محمد علی صاحب کا اختلاف ہوگیا میر صاحب نے ناراض ہو کر اندر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو جاکر اطلاع دی۔ مولوی محمد علی صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ ہم لوگ یہاں حضور کی خاطر آئے ہیں کہ حضور کی خدمت میں رہ کر کوئی خدمت دین کا موقع مل سکے، لیکن اگر حضور تک ہماری شکایتیں اس طرح پہنچیں گی تو حضور بھی انسان ہیں ممکن ہے کسی وقت حضور کے دل میں ہماری طرف سے کوئی بات پیدا ہو تو اس صورت میں ہمیں بجائے قادیان آنے کا فائدہ ہونے کے اُلٹا نقصان ہو جائیگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب نے مجھ سے کچھ کہا تو تھا مگر میں اس وقت اپنے فکروں میں اتنا محو تھا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ میر صاحب نے کیا کہا اور کیا نہیں کہا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ چند دن سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے بس ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے کوئی بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی۔ وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاوے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کیساتھ حقیقی تعلق رکھے اور (دین حق) کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشا پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پالیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھا رہا ہے اور یہ اسقدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔

فہرست مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ

۱۹۸۵ء - ۱۹۸۶ء

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے برائے سال ۸۶-۱۹۸۵ء مندرجہ ذیل ممبران کو مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ممبر مقرر کیا گیا ہے۔

محمود احمد
(صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

عہدہ	نام
۱۔ نائب صدر	مکرم حافظ مظفر احمد صاحب
۲۔ معتمد	مکرم شمیم پرویز صاحب
۳۔ مہتمم خدمت خلق	مکرم ملک محمد اکرم صاحب
۴۔ " تعلیم	مکرم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی
۵۔ " تربیت	مکرم منیر احمد صاحب بسمل
۶۔ " مال	مکرم مبارک احمد صاحب طاہر
۷۔ " عمومی	مکرم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب خالد
۸۔ " صحت جسمانی	مکرم مرزا لقمان احمد صاحب
۹۔ " وقارِ عمل	مکرم ناصر احمد صاحب صدیقی
۱۰۔ " صنعت و تجارت	مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب
۱۱۔ " تحریک جدید	مکرم سید قمر سلیمان احمد صاحب
۱۲۔ " اطفال	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب
۱۳۔ " مجالس بیرون	مکرم مرزا مسرور احمد صاحب
۱۴۔ " اصلاح و ارشاد	مکرم ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب
۱۵۔ " تجنید	مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں
۱۶۔ " اشاعت	مکرم ملک خالد مسعود صاحب
۱۷۔ " مقامی	مکرم سید خالد احمد صاحب
۱۸۔ محاسب	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۱۹۔ مہتمم امور طلباء	مکرم عطاء الرحمٰن صاحب محمود

Monthly **KHALID** RABWAH

Regd. No. L5830 EDITOR ABDUL SAMEE KHAN APRIL 1986

اِس غم کو مَرنے نہ دیں

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے البیت المبارک میں ۲۸ اپریل ۱۹۸۴ء کو بعد از نماز عشاء حاضر احباب جماعت کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ:۔

"مَیں آپ کو صبر کی تلقین کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھیں سب سے بڑی طاقت صبر کی طاقت ہے جو الٰہی جماعتوں کو دی جاتی ہے اور جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

صبر دعاؤں کی طرف متوجہ کرتا ہے اور دعاؤں میں قوت پیدا کرتا ہے اور الٰہی جماعتوں کا صبر روحانیت میں تبدیل ہونے لگتا ہے۔ اِس لحاظ سے مَیں دیکھ رہا ہوں کہ جماعت ایک نئے روحانی دَور میں داخل ہو رہی ہے۔ لہٰذا یہ غم جو آپ کو ملا ہے اس کی حفاظت کریں اور اس کو دردناک دعاؤں میں تبدیل کرتے رہیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کی دعاؤں اور گریہ وزاری سے عرش کے کنگرے بھی لرزنے لگیں گے۔ پس اس غم کی حفاظت کریں اور اسے ہرگز نہ مَرنے دیں یہاں تک کہ خدا کی تقدیر خود اسے خوشیوں میں تبدیل کر دے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دُنیا کی ساری طاقتیں بھی مل کر آپ کو شکست نہیں دے سکتیں۔ لازماً آپ کامیاب ہوں گے۔"